شمارہ نمبر ۳

وَقُل جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ ۚ إِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً

اکتوبر نومبر ۲۰۱۷ء

- امام ابوحنیفہؒ امام ابن معینؒ کے نزدیک ثقہ ہیں زبیر علی زئی کے اعتراضات کا جواب
- وضو کے اختلافی مسائل پر تحقیقی مضامین
- امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔
- امام ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایت جمہور کے نزدیک صحیح اور حجت ہے

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ نمبر ۱: (وضو میں صرف چار فرائض ہیں)

مولانا نذیر الدین قاسمی

دلیل نمبر ۱:

یاأیھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم وأیدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وأرجلکم الی الکعبین۔

ترجمہ :

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو (پہلے) اپنے چہرے دھو لو اور اپنے بازوؤں کو کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔**(سورہ مائدہ ۶:)**

اس آیت میں اللہ تعالی نے چار باتیں ذکر کی ہیں ، حضور ﷺ اور فقہاء کے ارشادات کے مطابق یہ ہی باتیں فرض ہیں اور ان کے بغیر نہ وضو ہوتا ہے نہ نماز۔

دلیل نمبر ۲: (سورہ مائدہ کی تفسیر حضور ﷺ سے)

امام ابو داؤدؒ (م ۲۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا الحسن بن علی، حدثنا ھشام بن عبد الملک، والحجاج بن منھال قالا: حدثنا ھمام، حدثنا اسحق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ ،عن علی بن یحی بن خلاد، عن أبیہ عن عمہ رفاعۃ بن رافع بمعناہ قال رسول اللہ ﷺ: انھا لا تتم صلاۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء، کما أمرہ اللہ عز وجل، فیغسل وجھہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح برأسہ ورجلیہ الی الکعبین

حضرت رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اچھی طرح وضو نہ کرے ، جیسا کہ اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے کہ اپنے چہرے کو دھوئے ، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے ، اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔

(**سنن ابوداؤد: حدیث نمبر ۸۵۸**، امام حاکمؒ امام ذہبیؒ، امام نوویؒ اور امام ابن الجارودؒ نے صحیح اور امام ابو علی الطوسیؒ، امام بزارؒ نے حسن کہا ہے۔ **مستدرک الحاکم مع تلخیص للذہبی ج ۱: ص: ۳۵۷، حدیث نمبر ۸۸۴، خلاصۃ الاحکام ج ۱: ص: ۴۰۶، المنتقی لابن**

الجارودی حدیث نمبر۱۹۴،ضرب حق شمارہ :۱۴ص :۳۱،شمارہ نمبر ۱۵ص :۱۱،مسند بزار ج:۹ص: ۱۸۰،مستخرج الطوسی ج:۲ص:۱۷۸)

وضاحت : اس حدیث میں وضو سے متعلق چار باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

۱۔چہرہ دھونا

۲۔ہاتھوں اور

۳۔پاؤں کا دھونا

۴۔ مسح کرنا

اہم نکتہ :

یہ چار باتیں فرائض وضو ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور پھر سورہ مائدہ کی آیات کی طرف اشارہ فرمایا اور صرف چار ارکان وضو ذکر کئے ہیں۔معلوم ہوا کہ چار ہی ارکان وضو میں فرض ہیں اور انہی چار چیزوں کو اللہ نے کلام پاک میں ذکر فرمایا ہے۔ان کے علاوہ اللہ نے نہ پانچواں رکن ذکر کیا ہے اور نہ اس آیت کی تفسیر میں حضور ﷺ نے کچھ اور ذکر فرمایا ہے۔

لہذا یہ چار ہی ارکان فرض ہیں ان کے علاوہ باقی سب سنت ،مستحب وغیرہ ہوں گے۔

اب فقہاء کرام اور ائمہ سلف کے استدلالت ملاحظہ فرمائیں :

(۱) مشہور فقیہ امام ابوالحسن برہان الدین مرغینانیؒ **(م۵۹۳ھ)** **[صدوق،حافظ،فقیہ]**[1] فرماتے ہیں کہ "قال اللہ تعالی [یاأیھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلو اوجوھکم] الآیۃ ففرض الطھارۃ غسل الاعضاء الثلاثۃ و مسح الرأس" اس آیت کی وجہ سے وضو میں تین اعضاء کا دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے۔**(الھدایہ : ج:۱ص : ۹۲،۹۳،درسی نسخہ: اولین:ص۱۷)**

---

[1] فقیہ علامہ علی بن ابو بکر برہان الدین المرغینانیؒ **(م۵۹۳ھ)** کو امام ذہبیؒ 'العَلاَّمَةُ، عَالِمُ مَا وَرَاءَ النَّهْرِ، شيخ الحنفيَّة، شيخ الإِسْلَام ' کہتے ہیں۔غیر مقلد کے معتمد علامہ لکھنویؒ صاحب ہدایہ کو 'كان إماما فقيها، حافظا، محدثا، مفسرا، جامعا

(۲) امام ابو بکر جصاص رازیؒ (م ۳۷۰ھ) [ثقہ، امام، مجتہد][2] فرماتے ہیں کہ "قولہ تعالی فاغسلوا وجوھکم یقتضی جواز الصلاۃ بوجود الغسل سواء قارنتہ النیۃ او لم تقارنہ لأن الغسل اسم شرعی فھوم المعنی فی اللغۃ وھو امرار الماء علی الموضع ولیس ھو عبارۃ عن النیۃ" یہ آیت بغیر نیت کے صرف (اعضاء کے) دھونے سے نماز کے جائز ہونے کا تقاضا کرتی ہے ،اس لئے کہ دھونا لغت میں ایک شرعی مفہوم کا نام ہے ،اور وہ پانی کا گذارنا ہے دھونے کی جگہ سے۔اور دھونا نیت کا نام نہیں ہے۔ **(احکام القرآن ج :۳ص ۳۳۵)**

(۳) امام قدوریؒ (م ۴۲۸ھ) [ثقہ، ثبت، امام][3] اور

للعلوم، ضابطا للفنون، متقنا، محققا، نظارا، مدققا، زاهدا، ورعا، فاضلا، ماهرا، أصوليا، أديبا، شاعرا، لم تر العيون مثله، في العلم والأدب. وله اليد الباسطة في الخلاف، والباع الممتد في المذهب '۔

دیگر محدثین نے بھی امام برہان الدین المرغینانی کی توثیق کی ہیں۔مثلا وصفه ألامام صلاح الدين الصفدي بقوله " الإِمَام، شيخ الْحَنَفِيَّة۔ قال ابن الهمام : (هو) الامَامِ ، الْعَلَّامَة ، شَيْخِ الْإِسْلَامِ, قال الحافظ عبد القادر القرشي : (هو) شيخ الْإِسْلَام برهَان الدّين المارغياني الْعَلامَة الْمُحَقق صَاحب الْهِدَايَة, قال ايضا في مقام اخر : (هو) الإِمَام ، الْجَلِيل، الشيخ۔**(سير أعلام النبلاء: ج21: ص232, ج23: ص113, الوافي بالوفيات: ج20: ص165, الفوائد البهية: ص, فتح القدير: ج1: ص8, الجواهر المضية: ج1: ص383,4, ج2: ص46)**

[2] حافظ الذہبیؒ کہتے ہیں کہ "الإِمَامُ، العَلاَّمَةُ، المُفْتِي، المُجْتَهِدُ، عَلَمُ العِرَاقِ،وكَانَ صَاحِبَ حَدِيْثٍ وَرِحْلَةٍ، وَصَنَّفَ وَجَمَعَ وَتَخَرَّجَ بِهِ الأَصحَابُ بِبَغْدَادَ، وَإِلَيْهِ المُنْتَهَى فِي مَعْرِفَةِ المَذْهَبِ وَكَانَ مَعَ براعَتِهِ فِي العِلْمِ ذَا زُهْدٍ وَتعَبُّدٍ، عُرِضَ عَلَيْهِ قَضَاءُ القُضَاةِ فَامْتَنَعَ مِنْهُ، وَيَحْتَجُّ فِي كُتُبِهِ بِالأَحَادِيثِ المتَّصِلَةِ بأَسَانيدِهِ"۔**(سير أعلام النبلاء: ج۱۶: ص۳۴۲، کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص۴۳۵)**

[3] امام خطیب البغدادیؒ، حافظ سمعانیؒ اور امام قاسم بن قطلوبغاؒ نے آپؒ کو صدوق کہا ہے، امام قاسم بن قطلوبغاؒ نے آپ کو ثقات میں شمار فرمایا ہے، امام ذہبیؒ شیخ الحنفیہ، فقیہ عراق کہتے ہیں۔**(تاریخ بغداد: جلد۵: صفحہ ۱۴۰-۱۴۱، الانساب للسمعانی: ج۱۰: ص۳۵۲، تاج التراجم: صفحہ ۹۸، کتاب الثقات للقاسم: جلد۱: صفحہ ۴۶۹، تذکرۃ الحفاظ: جلد۳: صفحہ ۱۹۱)**۔حافظ ابن کثیرؒ نے آپ کو امام، عالم، مضبوط، مناظر اور ماہر قرار دیا ہے۔**(البدایہ والنہایہ ج:۱۲ص:۲۴)**، حافظ ابو اسحٰق الشیرازیؒ **(م ۴۷۶ھ)** نے آپ کو طبقات الفقہاء میں شمار کیا ہے ۔**(طبقات الفقہاء : للشیرازی ص:۱۴۴)** دیگر کی رائے یہ ہیں:قال الامام أبو عبد الله الصَّيْمَرِيّ : أبو الحسين البغدادي المعروف بالقدوري إمام أصحاب أبي حنيفة في عصرنا يعظمه ويفضله على كل أحد. قال الذهبي : (هو) الفقيه، الامام، شيخ الحنفية, وقال الإمام ابن تغري بردي : (هو) الإمام العلّامة أحمد بن محمد أبو الحسين الحنفىّ الفقيه البغدادى المشهور بالقدورىّ- قال أبو بكر الخطيب: لم يحدّث إلّا شيئا يسيرا؛ كتبت عنه، وكان صدوقا، انتهت إليه بالعراق رياسة أصحاب أبى حنيفة، وعظم [عندهم] قدره وارتفع جاهه، وكان حسن العبارة

(۴) امام ابو الحسن کرخیؒ (م ۳۴۰ھ) [ثقہ، فاضل، مجتہد][4] نے بھی اسی آیت سے انہیں چار ارکان وضو کو فرض قرار دیا ہے۔(مختصر القدوری ص: ۲، ۳ [درسی نسخہ]، شرح مختصر الکرخی للامام قدوری ج :۱ ص : ۱۱۸)

فى النظر، جرىء اللسان مديما للتلاوة. قلت: والفضل ما شهدت به الأعداء، ولولا أنّ شأن هذا الرجل كان قد تجاوز الحدّ فى العلم والزّهد ما سلم من لسان الخطيب، بل مدحه مع عظم تعصّبه على السادة الحنفية وغيرهم؛ فإنّ عادته ثلم أعراض العلماء والزّهّاد بالأقوال الواهية، والروايات المنقطعة، حتّى أشحن تاريخه من هذه القبائح. **(سيرأعلام النبلاء: ج17: ص574, تاريخ الإسلام: ج9: ص434, البداية والنهاية: ج12: ص24, النجوم الزاهرة: ج5: ص 24, كتاب الثقات: ج1: ص469)**

[4] امام ذہبیؒ آپ کو الفَقِيْهُ الشَّيْخُ، الإِمَامُ، الزَّاهِدُ، مُفْتِي العِرَاق، شَيْخُ الخنفيَّة کہتے ہیں۔ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ "كَانَ مِنَ العُلَمَاءِ العُبَّاد ذَا تهجُّد وَأَورَاد وَتَأَلُّه،وَصَبْرٍ عَلَى الفَقْرِ وَالحَاجَة، وَزُهدٍ تَامٍّ، وَوقْعٍ فِي النُّفُوْس, كان علامة كبير الشأن، أديبا بارعا , وكان عظيم العبادة والصلاة والصوم، صبورا عَلَى الفقر والحاجة"۔**(سیر: ج۱۵: ص ۴۲۶، تاریخ الاسلام: ج۷: ص۷۴۲)** حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ أبو الحسن الفقيه الحنفي المشهور. كان دَيِّنا خيرا فاضلا۔**(لسان المیزان: ج۵: ص۳۲۱)** دوسروں کی رائے درج ذیل ہیں: قال أبو الحسن الهمذاني : (هو) امام الصحاب ابي حنيفَة,و ذكره الإمام أبي إسحاق الشيرازي في طبقات الفقهاء وقال انتهت رياسة العلم في أصحاب أبي حنيفة، وكان ورعاً. وقال ابن تغري بردي : كان علّامة كبير الشأن فقيها أديبا بارعا عارفا بالأصول والفروع، انتهت إليه رياسة السادة الحنفيّة في زمانه وانتشرت تلامذته في البلاد؛ وكان عظيم العبادة كثير الصلاة والصوم صبورا على الفقر والحاجة ورعا زاهدا صاحب جلالة۔**(تكملة تاريخ الطبري: ص165, طبقات الفقهاء: ص142, النجوم الزاهرة: ج3: ص306)**

۲ - **الطهارة بلا نية جائزة** (وضو میں نیت کے مسئلے پر زبیر علی زئی کو جواب)

مولانا نذیر الدین قاسمی

زبیر علی زئی صاحب وضو میں نیت کو فرض ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''انما الاعمال بالنیات''۔اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وضو ،غسل جنابت اور نماز وغیرہ میں نیت کرنا فرض ہے،اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔(**ہدیۃ المسلمین ص: ۱۱**)

نوٹ :

یہ اجماع والی بات کہاں تک صحیح ہے اس کا جواب تو آگے آرہا ہے۔

الجواب :

اس حدیث کے معنی میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے،لیکن اس کا راجح اور صحیح معنی یہی ہے کہ سارے اعمال کے '**ثواب**' کا دارومدار نیت پر ہے ،چنانچہ :

(۱) امام ابو جعفر طحاویؒ(**م ۳۲۱ھ**) فرماتے ہیں کہ ''الاعمال بالنیات،وانما لکل امرئ مانوی یرید من الثواب'' اس سے مراد ثواب ہے۔(**شرح معانی الآثار ج:۳ ص: ۹۶،حدیث نمبر :۴۶۵۱**)

(۲) امام ابو بکر جصاصؒ الرازی(**م ۳۷۰ھ**)فرماتے ہیں کہ''واحتمل أن یراد بہ فضیلۃ العمل'' احتمال ہے کہ اس حدیث سے مراد عمل کی فضیلت وثواب ہو۔(**شرح مختصر الطحاوی ج: ۱ ص : ۳۰۷**)

(۳) امام عینیؒ(**م ۸۵۵ھ**) فرماتے ہیں کہ''قولہ ولکل امرءمانوی یدل علی الثواب والاجر'' حضور ﷺ کا قول'لکل امرءمانوی'ثواب اور اجر پر دلالت کررہا ہے۔(**عمدہ القاری ج: ۱ص :۳۰**)

(۵) امام ابن الہمامؒ (م ۸۶۱ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ "اذالم ینو حتی لم تقع عبادۃ سبباً للثواب" اگر نیت نہ ہو تو وضو ثواب کا سبب نہیں بنے گا۔ پھر آگے امام صاحبؒ نے وضاحت کی ہے کہ بغیر نیت کے بھی وضو درست ہے۔(**فتح القدیر ج:۱ص: ۳۲**)

معلوم ہوا کہ امام ابن الہمامؒ کے نزدیک یہ حدیث ثواب پر ہی محمول ہے۔

(۶) شمس الائمہ امام سرخسیؒ (م ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ "فان المراد أن ثواب العمل بحسب النیة" اس حدیث سے مراد عمل کا ثواب نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔(المبسوط للسرخسی ج : ۱ ص : ۷۲)

(۷) محدث العصر علامہ، حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ "صحۃ الاعمال بانیات، وعلی ھذا فالاعمال عند عدم النیۃ تصیر خالیۃ عن الثواب عندنا وباطلۃ عندھم، ثم بنوا علیہ اشتراط النیۃ فی الوضوء" اعمال کی صحت کا دارومدار نیت پر ہے اسی بنیاد پر (ہے کہ)نیت نہ ہونے کے وقت ثواب سے خالی ہوتے ہیں۔(**فیض الباری ج : ۱ص : ۸۱**)

معلوم ہوا کہ سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہی معنی کیا ہے کہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے اور یہی صحیح ہے۔

یعنی اگر کوئی اپنے کو پاک کرے اور اس نے اس کی نیت نہیں کی ہو تو اسے ثواب نہیں ملے گا مگر وہ پاک ہو جائے گا۔ مثلاً کوئی اپنے کپڑے پاک کر رہا ہو اور اس نے نیت کی کہ میں نماز پڑھنے کے لئے اپنے کپڑوں کو صاف کررہا ہوں ،تو اس کو اپنی نیک نیتی کی وجہ سے ثواب ملے گا۔لیکن اگر کسی نے بغیر نیت کے کپڑے دھوئے تو اسے ثواب تو نہیں ملے گا ،لیکن کپڑے تو پاک ہو ہی جائیں گے۔

بالکل اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ وضو میں نیت کرنا چاہیئے ،لیکن اگر کسی نے وضو میں نیت نہیں کی تو وضو تو بہر حال ہوجائیگا ،کیونکہ پانی کی بنیادی صفت پاک کرنا ہے۔

اور جو لوگ اس حدیث سے وضو میں نیت کو فرض مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نیت کے بغیر وضو ہی نہیں ہوتا تو پھر اسی حدیث کی وجہ سے سارے اعمال میں بھی نیت فرض ثابت ہوگی کیونکہ حدیث کے متن میں ہے کہ 'اعمال نیت سے ہیں'۔

معلوم ہوا کہ حدیث کا متن عام ہے ،یعنی سارے اعمال نیت سے ہیں۔

اور فرقہ اہل حدیث کے لوگ یہ معنی کررہے ہیں کہ سارے اعمال میں نیت فرض ہے ،جس کی وجہ سے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض مانا ہے۔

تو پھر اہل حدیث حضرات سے ہماراسوال ہے کہ اگر کسی کے کپڑے پر نجاست(گندگی) لگی ہو ،اور اس کو صاف کرنے والے نے نیت نہیں کی اور ایسے ہی کپڑے دھو لئے ،تو کیا بغیر نیت کے آدمی کا کپڑا بھی پاک نہیں ہو گا ؟

حالانکہ پانی کا کپڑے کو پاک کرنے میں نیت کا کوئی دخل نہیں ہے ،اور پانی کی بنیادی صفت میں سے ہے کہ وہ پاک کرتاہے۔تو اہل حدیث حضرات بتائیں ! کہ آپ کا کیا خیال ہے ؟

ایک اہم نکتہ :

بقول غیر مقلدین اگر ہم وضو میں نیت کو وضو میں فرض مان لیں تو **پانی کی پاک کرنے کی صفت نیت پر موقوف (depend)ہو جائے گی۔یعنی اگر نیت ہوگی تو پانی صاف کرے گا اور اگر نیت نہ ہوگی تو پانی صاف نہیں کرے گا۔حالانکہ یہ بات دلیل اور عقل کے بھی خلاف ہے۔**چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ’’وأنزلنامن السماءماءطهوراً‘‘ اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا ۔**(الفرقان : ۴۸)**

اسی آیت کو ذکر کرنے کے بعد امام ابو بکر جصاص ؒ**(م۳۷۰ھ)** فرماتے ہیں کہ’’قولہ تعالی وأنزلنامن السماءماء طهوراًمعناه مطهراًفحيثماوجدفواجب أن يكون مطهراً‘‘ اس کے (اس آیت میں پاک پانی کے)معنی ہے کہ پاک کرنے والا ،جس جگہ وہ پایا جائیگا (یعنی جس جگہ وہ پانی جائیگا)تو لازم ہے کہ وہ پاک کرے گا۔**(احکام القرآن للجصاص ج:۳ص : ۳۳۶)**

مزید فرماتے ہیں کہ ’’ولو شرطنافيه النية كناقدسلبناه الصفة التي وصفه الله بهامن كونه طهوراًلانه حينئذلا يكون طهوراًالابغيره والله تعالى جعله طهوراًمن غير شرط‘‘ اگر ہم اس میں (یعنی پانی کے پاک کرنے میں)نیت کی شرط لگا دیں (جیسا کہ اہل حدیث حضرات کہہ رہے ہیں)تو پانی پاک کرنے کی صفت کو چھیننا لازم آئیگا،جو صفت پانی کواللہ تعالی نے دی ہے۔(پھر) اس وقت وہ پاک کرنے والا نہیں ہو گا بغیر نیت کے ،(جبکہ) اللہ تعالی نے بغیر کسی شرط کے اس کو پاک کرنے والا قرار دیا ہے۔**(احکام القرآن للجصاص ج: ۳ ص: ۳۳۶)**

اس کے علاوہ ام سلمہؓ کے جنابت کے غسل کے متعلق سوال کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا "**انمایکفیک ان تحثین علی رأسک ثلاث حثیات من ماء، ثم تفیضین علیک الماء فتطھرین**" تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالو، پھر اپنے جسم پر پانی بہاؤ تو تم پاک ہو جاؤ گی۔ (**صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث : ۲۴۶**،امام ابن خزیمہؒ،امام ابن الجارودؒ،امام ابو عوانہؒ،امام ابن حبانؒ اور امام بغویؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔**المنتقی رقم الحدیث :۹۸، صحیح ابی عوانہ رقم الحدیث : ۸۶۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث : ۱۱۹۸،شرح السنۃ للبغوی ج:۲ص:۱۸،مسند حمیدی رقم الحدیث ۲۹۶)**

غور فرمایئے ! حضور ﷺ نے پاکی حاصل کرنے کے لئے پانی بہانے کے لئے تو فرمایا لیکن نیت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے ،معلوم ہو ا کہ طہارت کے لئے نیت کرنا فرض نہیں ہے۔

نیز امام ابراہیم نخعیؒ(**م ۹۶ھ**) فرماتے ہیں کہ "**ماأصابه الماء من مواضع الطھور فقد طھر**" اعضاء وضو میں سے جس عضو تک پانی پہنچ گیا وہ پاک ہو گیا۔(**مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث : ۴۵۱**واسنادہ صحیح)[5]

اسی طرح امام محمد علی بن الحسین زین العابدینؒ(**م۹۳ھ**)فرماتے ہیں کہ "**حدثنا ابن المبارک، عن معمر، عن زید بن اسلم، قال سمعت علی بن حسین یقول: ماأصاب الماء منک وأنت جنب فقد طھر ذلک المکان**" ناپاکی کی حالت میں، آپ کے بدن کے جس حصہ پر پانی لگ جائے وہ پاک ہو گیا ۔(**مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث :۴۵۲**واسنادہ صحیح)

الغرض قرآن پاک کی آیت کے علاوہ ،نبی ﷺ اور امت کے ائمہ وسلف صالحین نے اعضاء کو پاک کرنے کا طریقہ تو بتایا ہے لیکن نیت کا کوئی ذکر نہیں کیا ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو،غسل وغیرہ میں نیت فرض نہیں ہے۔

لیکن پھر بھی غیر مقلدین اگر اپنے دعوے پر اڑے ہوئے ہیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر میں کتا گھسا اور تھالی میں منھ ڈال دیا ہو ،تو کیا بغیر نیت کے اسے دھونے سے تھالی پاک ہو گی ؟

اگر نہیں ! تو پھر اللہ تعالی نے بغیر کسی شرط کے پانی کو مطلقاً پاک کرنے والا کیوں کہا ہے ؟

---

[5] **تنبیہ :**

کتاب الطہور للامام قاسم بن سلام میں ہشیم بن بشیرؒ نے سماع کی تصریح کردی ہے۔لہذ ا اس روایت میں ان پر مدلس کا الزام باطل ومردود ہے ۔(**کتاب الطہور** رقم الحدیث : ۳۲۸)

اگر ہاں !تو بغیر نیت وضوسے بھی آدمی پاک ہو جائیگا۔

ایک عام اعتراض :

اگر وضو میں نیت فرض نہیں تو تیمم اور نماز میں نیت کیوں فرض ہے ؟

الجواب :

تیمم کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "**فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم**" اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا ارادہ کرو پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو۔(سورہ نساء :۴۳)

تیمم کے معنی ہی قصد (ارادہ ،نیت)کرنے کے ہیں ،اور پانی فطرتاً پاک کرنیوالا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ "**أنزلنا من السماء ماء طھوراً**" (ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا ہے ،سورۃ الفرقان :۴۸)

معلوم ہو اکہ پانی فطراتاً پک کرنے والا ہے ،اور وضو سے اعضاء کو پاک کرنا مقصود ہے۔برخلاف مٹی کے کہ وہ فطرتاً پاک کرنے والی نہیں۔

الامام العلامہ **محمد بن محمد بن محمود البابرتي**ؒ(م۷۸۶ھ)فرماتے ہیں کہ "**التراب لم مطھراً طبعاً**"مٹی طبعی طور پر پاک کرنے والی نہیں ہے۔(**العنایۃ شرح الھدایۃ: ج ا :ص ۳۳**)

اس لئے اس سے پاکی حاصل کرتے وقت اللہ تعالی نے نیت کا حکم فرمایا ہے ،جیسا کہ اوپر سورہ نساء کی آیت میں گزرچکا۔اور اسی وجہ ہم بھی تیمم کے وقت نیت کو فرض کہتے ہیں۔جبکہ وضو کے بارے میں اللہ تعالی نے سورہ مائدہ میں فرمایا کہ جب تم نماز کیلئے اٹھو تو پہلے اپنے چہرے کو دھو لو اور اپنے بازو کو کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔

غور تو فرمایئے ! وضو میں جتنے فرائض ہیں ان سب کو بیان کیا گیا لیکن وضو میں نیت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

لہٰذا وضو میں نیت فرض نہیں برخلا ف نماز کے ،کہ نماز میں نیت اسلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "**وما أمروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین**"ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت اخلا ص کے ساتھ ادا کریں۔(سورہ بینہ :۵) اور ظاہر ہے کہ اخلاص نیت کے صحیح ہونے کا نام ہے۔اس لئے تیمم اور نماز میں نیت فرض ہے۔

ایک اشکال :

یہاں غیر مقلدین کہہ سکتے ہیں کہ سور ہ بینہ کی آیت میں اللہ تعالی نے اپنی عبادت میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔تو وضو بھی تو عبادت ہے لہذا اس آیت سے وضو میں نیت کا فرض ہونا لازم آرہا ہے۔

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن پاک اپنی تشریح خود کرتی ہے۔(نور العینین ص :۱۲۵)یعنی ایک آیت دوسری آیت کی تشریح کرتی ہے ،اور ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی دوسری آیت میں موجودہے کہ :أنزلنا من السماء ماء طھوراً(ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا ہے)سورہ فرقان :۴۸

اور ائمہ اور سلف صالحین کے ارشادات گزر چکے کہ انہوں نے اس پانی پاک کرنے والا پانی مرادلیا ہے۔اور وہ پانی جس جگہ بھی جائے ،وہ اس جگہ کو پاک کردیتا ہے۔

لہذا جب پانی جہاں جائے وہاں اس کو پاک کردیتاہے کیونکہ پانی کی صفت یہی ہے کہ وہ پاک ہے پاک کرنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

تو وضو ، غسل اور دوسرے اعمال جس میں پانی کے ذریعے پاکی حاصل کی جاتی ہے وہ صرف پانی کے گزرنے سے ہی پاک ہو جاتے ہیں،اس میں نیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔

لہذا یہ آیت دلیل ہے کہ سورہ بینہ والی آیت میں جو عبادت مذکور ہے اس سے اعضاء بدن یا کوئی اور چیز جس کو پانی سے دھویا جائے وغیرہ اس طرح کے اعمال مراد نہیں ہیں۔بلکہ اس سے نماز ،روزہ اور زکوۃ وغیرہ مراد ہیں ،اور یہی احناف کا کہنا ہے۔واللہ اعلم

لہذ اخود غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں یہ اعتراض باطل ومردود ہے۔

اعمال کے 'ثواب' کا دارومدار نیت پر ہونے کی ایک اور دلیل :

اس کی ایک دلیل یہ بھی اسی حدیث میں آگے فرمایا گیا کہ "**فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا ,او الی امرأۃ ینکحھا ,فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ**"

یعنی اگر کوئی شخص ہجرت کرے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے تو جس چیز کی طرف ہجرت کی گئی ہے تو وہ ہجرت اسی کے لئے مانی جائے گی۔

اس کا مطلب یہی ہوا کہ اس کو ہجرت کا کوئی ثواب نہیں ملے گا لیکن یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ اس کی ہجرت درست نہ ہوگی۔اور یہی وجہ ہے کہ امام عینیؒ(م۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ"**قولہ ولکل امریءمانوی یدل علی الثواب والاجر**" حضور ﷺ کے ارشاد "**ولکل امریءمانوی**"(اس حدیث میں)ثواب اور اجر پر دلالت کررہا ہے۔**(عمدۃ القاری ج:۱ص:۳۰)**

پس یہی معاملہ وضو کا بھی ہے،کہ اگر وضو کرنے والے نے نیت نہ کی ہو تو ثواب نہیں ملے گا پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وضو ہی نہ ہوا۔

پھر اس حدیث کی شرح میں ہے کہ :

اس زمانے میں ایک شخص نے مکۃ المکرمہ سے ہجرت اس واسطے کی تھی کہ ایک عورت نے ان سے کہا تھا کہ میں تم سے نکاح اس وقت کروں گی جب تم مدینہ منورہ ہجرت کر جاؤ گے۔چنانچہ وہ ہجرت کرگئے۔اب دل میں نیت عورت سے نکاح کرنے کی تھی تو ان کو ہجرت کا ثواب نہیں ملا۔لیکن ان کی ہجرت تو ہو گئی،ان کا شمار مہاجرین میں ہوا اور جو احکام مہاجرین کے ساتھ مخصوص تھے وہ ان پر جاری ہوئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت شرعاً صحیح ومعتبر ہوگئی یہ الگ بات ہے کہ ثواب نہیں ملا۔بس یہی معاملہ وضو کا بھی ہے۔(درس ترمذی)

الغرض سلف صالحین کی ایک جماعت کے ارشادات کے مطابق حدیث کے آگے کے جملے کی وضاحت اور حدیث کی شرح سے بھی یہی بات واضح ہو رہی ہے کہ حدیث میں ثواب اور اجر کی نفی ہے۔

لہذا اہل حدیث حضرات کا اس حدیث سے وضو میں نیت کو فرض کہنا درست نہیں ہے۔

احناف کے دلائل :

دلیل نمبر ۱:

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: **یاأیہاالذین آمنوااذاقمتم الی الصلاۃفاغسلوا وجوھکم وأیدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وأرجلکم الی الکعبین۔**

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو ،تو پہلے اپنے چہرے دھولو اور اپنے بازو کو کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔**(سورہ مائدہ:٦)**

اس آیت میں جتنی باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ وضو کے فرائض ہیں۔

(۱) مشہور فقیہ امام ابو حسن برہان الدین مرغینانیؒ**(م۵۹۳ھ)**فرماتے ہیں کہ : قال اللہ تعالی "**یاایھاالذین آمنوااذاقمتم الی الصلاۃفاغسلوا وجوھکم**"**الآیۃففرض الطھارۃغسل الاعضاءالثلاثۃومسح الرأس**" اس آیت کی وجہ سے وضو میں تین اعضاء کادھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہوا۔**(الھدایہ ج :۱ ص:۹۲،۹۳)**

(۲) امام ابو عبداللہ القرطبیؒ**(م۶۷۱ھ)** فرماتے ہیں کہ "**ذکر تعالی اربعۃاعضاءالوجہ وفرضہ الغسل والیدین کذلک والرأس وفرضہ المسح اتفاقاًواختلف فی الرجلین**" اس آیت میں اللہ تعالی نے چار اعضاء کا ذکر فرمایا ہے :چہرہ اس کا دھونا فرض ہے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کا حکم ہے ،اور سر کا فرض مسح ہے یہاں تک سب کا اتفاق ہے اور پاؤں کے بارے میں اختلاف ہے۔(لیکن صحیح قول یہی ہے کہ پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے)**(تفسیر قرطبی ج: ٦ ص:۸۳)**

(۳) امام ابو بکر جصاص الرازیؒ**(م۳۷۰ھ)** فرماتے ہیں کہ "**قولہ تعالی فاغسلوا وجوھکم یقتضی جواز الصلاۃبوجود الغسل سواءقارنتہ النیۃاولم تقارنہ لان الغسل اسم شرعی مفھوم المعنی فی اللغۃوھو امرار الماءعلی الموضع ولیس ھوعبارۃ عن النیۃ**" یہ آیت بغیر نیت کے صرف (اعضاء کے)دھونے سے نماز کے جائز ہونے کا تقاضا کرتی ہے ،اس لئے کہ دھونا لغت میں ایک شرعی مفہوم کا نام ہے۔اور وہ پانی کا گزارنا ہے دھونے کی جگہ سے۔اور دھونا نیت کانام نہیں ہے۔**(احکام القرآن ج:۳ص:۳۳۵)**[6]

تنبیہ :

---

[6] مزید اقوال **ص:۲**پر ملاحظہ فرمائے

بعض علماء نے اسی آیت سے وضو میں نیت کے فرض ہونے پر استدلال کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔اور امام عماد الدین علی بن محمد ابو الحسن الطبریؒ (م۵۰۴ھ)نے ان علماء کا خوب رد کیا ہے اور کہا ہے کہ "وھذالیس بصحیح" (یہ استدلال صحیح نہیں ہے)۔**(احکام القرآن للکیا الھراسی ج:۲ ص : ۳۲)**

اسی طرح امام محمد بن عبداللہ ابو بکر ابن العربیؒ(م۵۴۳ھ) نے اس استدلال کے بارے میں فرمایا ہے کہ"وھذالا یصح"(یہ استدلال صحیح نہیں ہے)۔**(احکام القرآن لابن العربی ج:۲ص:۵۴)**

معلوم ہوا کہ ان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ اگر وضو میں نیت فرض ہوتی تو اسے اللہ تعالی ضرور ذکر فرماتے ،تو معلوم ہورہاہے کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲:

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "أنزلنامن السماءماءطھوراً" ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا۔**(سورہ الفرقان :۴۸)**
اس آیت میں اللہ تعالی نے پنی کو مطلقاً پاک کرنے والا قرار دیا ہے ،لہذا پانی جب اور جس جگہ استعمال ہوگا ،یہ پاک کرنے کااثر دیگا۔چاہے وہ شخص جس کے اوپر پانی گر رہا ہے اس کے دل میں طہارت کی نیت موجود ہو یا نہ ہو ،اس کی کافی تفصیل اوپر گذر چکی۔

دلیل نمبر ۳:

ام سلمہؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ،اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ وضو کے لئے نیت ضروری نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۴:

امام ابو داوٗدؒ(م۲۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثناالحسن بن علی،حدثناھشام بن عبدالملک،والحجاج بن منھال،قالاحدثناھمام،حدثنااسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة ،عن علی بن یحی بن خلاد،عن ابیہ عن عمہ رفاعة بن رافع بمعناہ قال رسول اللہ ﷺ انہا لا تتم صلاة احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ عز وجل فیغسل وجھہ ویدیہ الی المرفقین،ویمسح رأسہ ورجلیہ الی الکعبین۔

حضرت رفاعہ بن رافع ؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ،آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اچھی طرح وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے وضو کا حکم دیا ہے ۔چنانچہ وہ اپنے چہرے کو دھوئے اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے اور سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔**(ابوداؤد رقم الحدیث :۸۵۸)**[7]

وضاحت : اس حدیث میں وضو سے متعلق چار باتیں ذکر کی گئی ہیں :

۱۔چہرہ دھونا

۲۔ہاتھوں اور

۳۔پاؤں کا دھونا

۴۔ مسح کرنا

اہم نکتہ :

یہ چار باتیں فرائض وضو ہیں اگر وضو میں نیت کرنا فرض ہوتا ،تو رسول اللہ ﷺ امت کو ان فرائض کی تعلیم دیتے وقت اس کا بھی ضرور ذکر فرماتے۔لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اور آپ ﷺ کا ایسا نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام ابو بکر جصاص ؒ(م ۳۷۰ھ)فرماتے ہیں کہ "**یقتضی جوازہ بغیر نیۃ**" یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ وضو جائز ہے بغیر نیت کے۔**(احکام القرآن ج:۳ص : ۳۳۹)**

اعتراض :

---

[7] امام حاکم ؒ،امام ذہبی ؒ،امام نووی ؒاور امام ابن الجارود ؒ نے اس حدیث کو صحیح اورامام ابو علی الطوسی ؒاور امام بزار ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔**(مستدرک الحاکم مع تلخیص للذہبی ؒج:۱ ص : ۳۵۷،رقم الحدیث :۸۸۴،خلاصۃ الاحکام ج:۱ص : ۴۰۶،المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث :۱۹۴،ضرب حق شمارہ :۱۴ص :۳۱،شمارہ : ۱۵ص ۱۱،مسند بزار ج:۹ص:۱۸۰، مستخرج الطوسی ج: ۲ص: ۱۷۸)**

رئیس ندوی سلفی لکھتے ہیں کہ: مگر مفتی نذیری نے یہ نہیں بتایا کہ قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی حدیث صحیح سے وضو میں نیت کا فرض ہونے کے بجائے مسنون و مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔**(رسول اللہ ﷺ کا صحیح طریقہ نماز ص: ۷۹)**

الجواب:

اوپر دو آیات اور دو احادیث مبارکہ پیش کی جاچکی ہیں، جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے۔ نیز ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن مخلد، نا أبو بکر محمد بن عبد الملک الزھیری، نا مرداس بن محمد بن عبد اللہ بن أبی بردة، نا محمد بن ابان، عن ایوب عن عائذ الطائی، عن مجاھد، عن ابی ھریرة قال: قال رسول اللہ ﷺ من توضأ و ذکر اسم اللہ تطھر جسدہ کلہ، و من توضأ و لم یذکر اسم اللہ لم یتطھر الا موضع الوضوئ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا پورا بدن پاک ہو گا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہیں لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہو گی۔**(سنن دار قطنی ج:۱ ص:۱۲۴، ۱۲۵، رقم الحدیث: ۲۳۲ واسنادہ ضعیف)**

اس حدیث کی ایک اور شاہد ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے دیکھئے **سنن دار قطنی رقم الحدیث ۲۳۱** واسنادہ ضعیف۔

اگرچہ یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں لیکن سلف صالحین نے وضاحت فرمائی ہے کہ ایک دوسرے کو تقویت دیکر یہ روایت حسن لغیرہ کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانیؒ **(م۸۵۲ھ)** اسی حدیث کے تحت امام ابن الصلاح **(م۶۴۳ھ)** کا ایک قول نقل فرما کر اپنی بات ختم کرتے ہیں کہ "قال ابن الصلاح: ثبت بمجموعھا ما تثبت بہ الحدیث الحسن۔ و اللہ اعلم" اس کی مجموعی سندوں سے حسن لغیرہ کا اثبات ہوتا ہے۔**(نتائج الافکار لابن حجر ج:۱ ص:۲۳۳)**

یاد رہے کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ابن الصلاح کے فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے تو اصول زبیر علی زئی کی روشنی میں ابن حجر عسقلانیؒ نے سکوت کے ذریعے اس کی تائید فرمائی ہے۔**(انوار الطریق ص:۸)**

یعنی ابن حجر عسقلانیؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

تنبیہ :

امام ابن الصلاح کا یہ قول ان کی اپنی کتاب **"شرح مشکل الوسیط ج: ۱ ص: ۱۴۹"** پر موجود ہے۔

الغرض ابن صلاحؒ اور ابن حجرؒ کے نزدیک یہ روایت حسن لغیرہ ہے اور حسن لغیرہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک حجت ہے ، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اس کے علاوہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دہلویؒ ایک اصول تحریر کرتے ہیں کہ :
کسی حدیث سے کسی مجتہد کا دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل استدلال ہے۔
(فتاوی نذیریہ ج:۳ ص: ۳۱۶)

اسکین:

فتاوی نذیریہ جلد سوم — ۳۱۶ — کتاب الاطعمۃ والصید الخ

لایقطع الحلقوم۔ الحاصل ذبح فوق العقدہ میں ان چاروں کا قطع بلاشبہ پایا جاتا ہے، اور بعض علما کا یہ کہنا کہ فوق العقدہ نہ حلق ہے اور نہ قطع عروق ثلاثہ کا پایا جاتا ہے بالکل غلط ہے اور مشاہدہ کا انکار کرنا ہے۔

(۱) آیت کریمہ الا ما ذکیتم میں مطلق ذکاۃ کا ذکر ہے، اور

(۲) آیت طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم میں حلت طعام اہل کتاب کا بیان ہے ان دونوں آیتوں میں مذبح ومنحر کا بیان ہی نہیں ہے، لہذا ان دونوں آیتوں سے اطلاق یا تقیید بہ تحت العقدہ کا کسی طرح پر ثبوت نہیں ہوتا۔

(۳) حدیث شریف (انھر الدم بما شئت) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبح میں ودجین کا قطع ہونا ضروری ہے، کیونکہ بلا کٹنے ودجین کے انہار دم نہیں ہو سکتا، اور اسی حدیث کی رو سے امام ثوری نے کہا ہے، کہ ذبح میں اگر صرف ودجین کو قطع کرے، اور مری اور حلقوم کو قطع نہ کرے، تو جائز ہے۔ قال الحافظ فی الفتح وعن الثوری ان قطع الودجین اجزأ وان لم یقطع الحلقوم والمری واحتج له بمانی حدیث رافع ما انھر الدم وانھاره اجزأ وذلك یکون بقطع الاوداج لانها مجری الدم واما المری فهو مجری الطعام ولیس به من الدم ما یحصل به انهار انتہی اس بارے میں کہ ذبح میں کتنی رگوں کا قطع کرنا ضروری ہے، ائمہ کا اختلاف ہے، امام ثوری کا مذہب معلوم ہو چکا، اور امام شافعی کے نزدیک صرف مری اور حلقوم کا کاٹنا ضروری ہے، اور ودجین کا کاٹنا ضروری نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مذکورہ چاروں رگوں میں سے بلا تخصیص تین رگوں کا کاٹنا ضروری ہے، ان ائمہ کے دلائل پر مطلع ہونا چاہو تو فتح الباری اور ہدایہ کو دیکھو۔

(۴) حدیث الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین سے فقہائے حنفیہ استدلال کرتے ہیں، مگر یہ نہیں معلوم کہ امام صاحب نے اس سے استدلال کیا ہے یا نہیں؟

(۵) کسی حدیث سے کسی مجتہد کا دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث اس کے نزدیک صحیح وقابل استدلال ہے۔

(۶) حدیث الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین کو یوں ہی بلا سند وبلا ذکر مخرج علمائے حنفیہ

ـــــــــــــــــــ

لہ حافظ نے فتح الباری میں کہا، کہ اگر رگیں کٹ جائیں، تو کافی ہیں، اگرچہ حلق اور مری نہ کٹیں، اور رافع کی حدیث میں ہے، جو چیز خون گرا دے، اور خون ودجین کے کٹنے سے جاری ہوتا ہے، کیونکہ خون کی گردش انہی رگوں میں ہے، اور مری تو طعام کی نالی ہے وہاں خون نہیں ہوتا ۱۲ — لہ ذبح کرنا لبہ اور جبڑوں کے درمیان ہے ۱۲

اور اہل حدیث محقق ارشاد الحق اثری صاحب ایک مقام پر ایک ظاہری مذہب کے محدث امام ابن حزمؒ (م۴۵۶ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حزم نے المحلی میں اپنے مدعا پر ایک مقتدی کو صرف فاتحہ پڑھنی چاہیئے، اس پر (عبادہ بن صامتؓ کی)حدیث سے استدلال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک حسن یا صحیح ہے۔ **(توضیح الکلام ص: ۲۱۴)**

اسکین:

توضیح الکلام — 214

223 ۱۲۔ امام حاکمؒ نے بھی المستدرک میں اسے" **مستقیم الاسناد** " کہا ہے

۱۳۔ علامہ نووی نے شرح المہذب میں امام ترمذیؒ، امام دارقطنی اور علامہ خطابیؒ کے مذکور اقوال نقل کیے ہیں اور ابن اسحاقؒ کی تدلیس کا دفاع کیا ہے اور اسے متصل قرار دیا ہے۔(شرح المہذب ص۲۶۶ ج ۳)

۱۴۔ علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں: " **قال ابوعمر و حدیث عبادة بن الصامت هنا من روایة مکحول وغیره متصل السند صحیح** "(بدایة المجتهد :ص ۱۱۲ ج ۱) کہ ابوعمر ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث جو مکحول وغیرہ کی روایت سے ہے متصل سند کے ساتھ صحیح ہے۔ گویا علامہ ابن عبدالبرؒ نے بھی اسے متصل اور صحیح کہا ہے۔ الاستذکار (ص۱۹۰ ج ۲) میں اسی کے بارے میں ان کے الفاظ ہیں: " **متصل مسند من روایة الثقات** " کہ یہ ثقہ راویوں سے متصل مروی ہے۔ اور الاستذکار، التمہید کے بعد لکھی گئی ہے۔

۱۵۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: " **رجاله ثقات** "(الدرایة: ص ۹۴) اور نتائج الافکار (ص۳۰۲ ج ۱) میں فرماتے ہیں: "**هذا حدیث حسن** "(امام الکلام :ص ۲۵۸)

۱۶۔ علامہ ابن علان لکھتے ہیں: " **صحیح لا مطعن فیه و ممن صححه الترمذی والدارقطنی والحاکم والبیهقی والخطابی وغیرهم** ۔(الفتوحات الربانیة :ص ۱۹۳ ج ۲)

۱۷۔ علامہ ابن الملقنؒ لکھتے ہیں: " **هذا الحدیث جید** ."(البدر المنیر قلمی)

۱۸۔ علامہ شوکانیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(السیل الجرار: ص ۲۱۹ ج ۱)

۱۹۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں : **هو حدیث صحیح قوی السند** (السعایة :ص ۳۰۳ ج ۲) اور غیث الغمام (ص۲۵۶) میں لکھتے ہیں:

حدیث عبادة صحیح او حسن عند جماعة من المحدثین کہ عبادہؓ کی حدیث محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔

۲۰۔ علامہ ابن حزم نے (المحلی ۲۳۶ ج ۳) میں اپنے مدعا پر کہ مقتدی کو صرف فاتحہ پڑھنی چاہیے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔ بلکہ انھوں نے ابن اسحاق وغیرہ پر جرح کا جواب بھی دیا ہے۔

۲۱۔ حافظ ضیاء الدین المقدسی نے اسے المختارہ (ص۳۳۹ ج ۸) میں ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

۲۲۔ مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی لکھتے ہیں:

"حدیث عبادہؓ جو **وجوب قراءة فاتحة علی المقتدی** پر دلالت کرتی ہے۔ اول تو اس کے ثبوت میں کلام ہے۔ دوسرے اگر ہے بھی تو حسن ہے صحیح نہیں۔"(توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام ص۱۲ مطبوعہ خیر خواہ پریس سہارن پور)
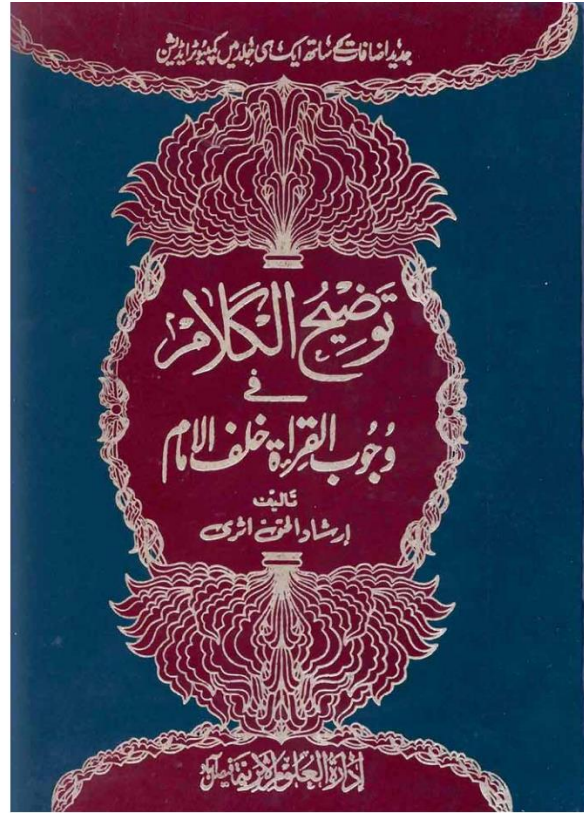
ثابت ہوا کہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک جب کوئی فقیہ یا محدث کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ حدیث اس مجتہد یا محدث کے نزدیک قابل استدلال ہوتی ہے۔

لہذا ان کے اصول کی روشنی میں درج ذیل محدثین نے اس حدیث سے استدلال فرماکر اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) امام عبدالکریم بن محمد الرافعیؒ(م۶۲۳ھ)، آپ کے الفاظ یہ ہیں "روی فی بعض الروایات ویدل علیه قوله ﷺ من توضأ وذکر اسم الله کان طهوراً لجمیع بدنه ومن توضأ ولم یذکر اسم الله کان طهوراً لاعضاء وضوئه"۔ **(شرح کبیر للرافعی ج:۱ص:۳۹۲)**

اسی وجہ سے امام ابن حجرؒ نے فرمایا "احتج به الرافعی" امام رافعیؒ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ **(تلخیص الحبیر ج:۱ص:۱۲۹)**

(۲) امام ابن سید الناسؒ(م۷۳۴ھ) نے باحتجاج امام رافعیؒ کا یہی قول نقل فرمایا ہے دیکھئے **(شرح ترمذی لابن سید الناس ج :۱ص:۲۸۹،۲۹۰)** اور زئی صاحب کے اصول کی روشنی میں امام ابن سید الناسؒ نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ **(انوار الطریق ص:۸)**

(۳) امام ابو الحسین یحی بن ابی الخیر العمرانیؒ(۵۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ "دلیلنا ماروی عن ابن عمر رضی الله عنه: أن النبی ﷺ قال: من توضأ وذکر اسم الله تعالی علیه کان طهوراً لجمیع بدنه، ومن توضأ ولم یذکر اسم الله علیه کان طهوراً لما مر علیه الماء"۔ ہماری دلیل وہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **(البیان للعمرانی ج:۱ص:۱۰۹)**

اس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ امام یحی بن ابی الخیرؒ نے بھی اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ جو کہ غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں ان کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔

(۴) نیز امام فخر الدین رازیؒ(م ۶۰۶ھ) نے بھی اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں "ثم تأکد هذا بما روی أنه ﷺ قال: من توضأ فذکر اسم الله علیه کان طهوراً لجمیع بدنه ومن توضأ ولم یذکر اسم الله علیه کان طهوراً لاعضاء وضوئه"۔ **(تفسیر کبیر ج:۱۱ص:۳۰۲)**

(۵) امام ماوردیؒ(م۴۵۰ھ) نے بھی اسی حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ دیکھئے **(الحاوی الکبیر للماوردی ج:۱ص:۱۰۱)**

غالباً یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے قاضی شوکانیؒ(م۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ "واحتج الآخرون بحدیث ابن عمر رضی الله عنه" اور دوسروں نے ابن عمرؓ کی حدیث سے احتجاج کیا ہے۔ **(نیل الاوطار ج:۱ ص:۱۷۹حدیث نمبر ۱۶۴کے تحت)**

لہذا جب فقہاء و محدثین نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے ،جو کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک صحیح ہونے کی دلیل ہے ،اور ساتھ ہی ساتھ محدثین نے اس حدیث کو حسن یعنی حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔تو پھر یہ حدیث بہرحال مقبول ہے اور اس سے دلیل پکڑنا بھی درست ہے۔

اور حسن لغیرہ خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی حجت ہے۔**(دوماہی الاجماع مجلہ:شمارہ نمبر ۱:ص ۳)**

ایک اہم وضاحت :

اس روایت کے الفاظ ہیں کہ **"جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی"** یہ دلیل ہے کہ جس نے وضو کرتے وقت اللہ تعالی کا نام مطلق طور پر نہ لیا ہو چاہے زبان سے یا چاہے دل میں نیت کے ذریعے۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس کے اعضاء وضو پاک ہو جائیں گے جو کہ نماز کے لئے کافی ہے۔ لہذا یہ حدیث صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کہ وضو میں نیت واجب نہیں ،بلکہ سنت ومستحب ہے۔

پس رئیس ندوی سلفی صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

ایک اور اعتراض :

رئیس صاحب نے علامہ عبد الحی لکھنوی صاحبؒ کی عبارت پیش کی ہے ،جس میں حضرت لکھنوی صاحبؒ نے وضو کے صحیح ہونے کے لئے نیت کو شرط قرار دیا ہے۔ **(ص:۲۸)**

الجواب :

غیر مقلدین کے فاضل مولانا عبدالمتین جونا گڑھ صاھب لکھتے ہیں کہ : ان کے علاوہ وضو میں دیگر سنت کا بیان ہے ،جیسے **نیت کرنا ،بسم اللہ پڑھنا** ۔**(حدیث نماز ص:۲۸)**

اسکین:

۲۸

غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ قَالَ ابْنُ شِہَابٍ وَکَانَ عُلَمَاءُ نَا یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا الْوُضُوْءُ اَسْبَغُ مَا یَتَوَضَّأُ بِہٖ اَحَدٌ لِلصَّلٰوۃِ

مغفرت ہوجاتی ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ ہمارے علماء (صحابہؓ) کہتے تھے کہ یہ سب سے کامل وضو ہے جو نماز پڑھنے والا کرتا ہے۔

مسلم شریف کی اس حدیث کو وضو کے بیان میں اصل عظیم مانا گیا ہے اس میں تین سُنتوں کا اضافہ ہے۔ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا، کُلی کرنا، ناک میں پانی دینا بعض محدثین ان سنتوں کو واجب کہتے ہیں اوران کے بغیر وضو صحیح نہیں مانتے۔ ان کے علاوہ بھی احادیث میں دیگر سُنتوں کا بیان ہے جیسے نیت کرنا، بسم اللہ پڑھنا، کانوں کا بھی مسح کرنا حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جب آدمی سو کر اُٹھے تو وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ تین مرتبہ پانی ڈال، پہلے ہاتھ دھولے (بخاری ومسلم) پھر پورا وضو برتن میں ہاتھ ڈال ڈال کر کرسکتا ہے (بخاری وسلم) اور وقتوں میں کم سے کم ایک مرتبہ ہاتھوں پر پانی ڈال کر دھونا مستحب ہے (نووی شرح صحیح مسلم ص۱۲) بعض لوگ وضو کے برتن میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنے کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کا خیال بُرا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو لوگوں کے سامنے اسی طرح کرکے دکھایا کہ پہلے برتن جھکا کر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال ڈال کر پانی لیا اور وضو پورا کیا (بخاری ومسلم) احادیث میں وضو کے لئے ایک ایک مرتبہ ہر عضو کا دھونا بھی ہے۔ دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ ایک ہی وضو میں کوئی عضو دو مرتبہ اور کوئی عضو تین مرتبہ دھویا۔ تو یہ سب جائز صورتیں سُنت میں شامل ہیں۔ لیکن کم سے کم ایک ایک مرتبہ دھونا واجب ہے اور اس سے زائد سُنت یا مستحب (نووی ص۱۳ و نیل الاوطار) لیکن تین مرتبہ سے زیادہ دھونا خلاف سُنت، گناہ اور ظلم ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

غور فرمایئے! عبد المتین جوناگڑھی صاحب وضو میں نیت کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا اب اہل حدیث عالم کی عبارت کا جو جواب غیر مقلدین دیں گے، وہی جواب ہماری طرف سے عبدالحی لکھنوی ؒ کی عبارت کا ہوگا۔

اجماع کی حقیقت :

زئی صاحب نے دعوی کیا ہے کہ وضو میں نیت فرض ہے، اور اسی پر فقہاء کا اجماع ہے۔ **(ہدیۃ المسلمین)**

حالانکہ زئی صاحب کا اجماع کا یہ دعوی باطل و مردود ہے۔ کیونکہ اس مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہیں :

خود زئی صاحب لکھتے ہیں کہ :

(۱) امام ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت واجب نہیں، سنت ہے۔ **(ہدیۃ المسلمین ص:۱۱)**

(۲) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری ؒ **(م۱۸۲ھ)** اور

(۳) امام المسلمین امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (م۱۸۹ھ) کے نزدیک بھی وضو میں نیت واجب نہیں ہے۔**(المبسوط للشیبانی ج:۱ص: ۱۱۴، مختصر اختلاف الفقہاء للطحاوی ج:۱ص:۱۳۴، احکام القرآن ج:۳ص:۳۳۶)**

(۴) امام سفیان ثوریؒ (م۱۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل جائز ہے بغیر نیت کے۔ اور اگر کوئی آدمی کسی کو وضو سکھائے ،اور اس نے اپنے لئے وضو کی نیت نہیں کی تو وہ وضواس کو کافی ہے۔**(اختلاف الفقہاء للمروزی ص: ۱۵۸، ۱۵۹، والفظ لہ، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث :۸۹۵)**

(۵) امام ابو جعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ پانی کے ذریعے ہر گندگی کو پاک کرنا جائز ہے ،بغیر نیت کے۔ **(مختصر الطحاوی ص:۱۷)**

(۶) امام ابو بکر جصاص الرازیؒ (م۳۷۰ھ) بھی وضو میں نیت کو فرض نہیں مانتے۔**(احکام القرآن للجصاص ج:۳ص: ۳۳۵، شرح مختصر الطحاوی للجصاص ج:۱ص : ۳۰۲)**

(۷) شمس الائمہ امام سرخسیؒ (م۴۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ "قلنا بجواز الوضوء والغسل من الجنابة بدون نية" ہم کہتے ہیں کہ وضو اور غسل جنابت بغیر نیت کے جائز ہے۔**(المبسوط للسرخسی ج:۱ص:۷۲)**

(۸) مشہور فقیہ امام ابو الحسن برہان الدین مرغینانیؒ (م۵۹۳ھ) وضو میں نیت کو مستحب کہتے ہیں۔(الہدایہ)

(۹) امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ وضو میں نیت کرنا سنت ہے۔(مختصر القدوری)

(۱۰) امام عز بن عبد السلامؒ (م۶۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ "وينبغي ان يستصحب ذكر النية في الوضوء" اور مناسب وضو میں نیت کو شامل کرنا ہے۔**(قواعد الاحکام ج:۱ص:۲۱۳)**

(۱۱) امام ابراہیم بن موسی الشاطبیؒ (م۷۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ "واما العبادات فليست النية بمشروطة فيها باطلاق ايضاً۔۔۔قال جماعة من العلماء بعدم اشتراط النية في الوضوء"

بہر حال عبادات تو ان میں بھی مطلقاً نیت شرط نہیں ہے ،بلکہ اس کی بعض صورتوں میں اختلاف ہے۔، علماء کی ایک جماعت نے وضو میں نیت کو شرط قرار نہیں دیا ہے۔**(الموافقات للشاطبی ج:۳ص: ۱۳)**

(۱۲) امام ابن منذرؒ(م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ ”**وقداختلف اھل العلم**“وضو میں نیت کے مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے ۔آگے فرماتے ہیں ”**فرقت طائفة بین الوضوء والتیمم فقالت :یجزی الوضوء بغیر نیة ولا یجزی التیمم الا بالنیة ھذا قول سفیان الثوری واصحاب الرأی**“ ۔(الاوسط لابن لمنذری ج:۱ص:۳۶۹،۳۷۰)

(۱۳) امام محمد بن نصر المروزیؒ(م ۲۹۴ھ)نے بھی اس مسئلے میں فقہاء کااختلاف ذکر کیا ہے۔(**اختلاف الفقہاء للمروزی ص:۱۵۸،۱۵۹)**

بلکہ امام ابن منذرؒاور امام محمد بن نصر المروزیؒاصحاب الرأی اور امام سفیا ثوریؒکے قول کے ساتھ ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام اوزاعیؒاور امام حسن بن صالح ؒبھی نیت کے بغیر وضو کو جائز سمجھتے ہیں۔(**اختلاف الفقہاء للمروزی ص:۱۵۹،الاوسط للمنذری ج:۱ص :۳۷۰،الاشراف علی مذاہب العلماء للمنذری ج:۱ص: ۱۹۳،۱۹۴)**

تنبیہ :

یہ ساری تفصیلات بتا رہی ہیں کہ امام ابن منذرؒ اور امام محمد بن نصرؒالمروزی کے نزدیک وضو میں نیت کے مسئلے میں اختلاف ہے۔نہ کہ اجماع

نیز

امام طحاویؒ(م ۳۲۱ھ)

امام ابو بکر جصاص الرازیؒ(م ۳۷۱ھ)

امام ابن حجر عسقلانیؒ(م ۸۵۲ھ)

امام بدرالدین عینیؒ(م ۸۵۵ھ)

اور امام نوویؒ(م ۶۷۶ھ)وغیرہ نے بھی اس مسئلے پر فقہاء کا اختلاف ذکر کیا ہے۔(**مختصر اختلاف الفقہاء للطحاوی ج:۱ص:۱۳۴،احکام القرآن ج:۳ص: ۳۳۶،تفسیر قرطبی ،فتح الباری ،عمدۃ القاری ،المجموع وغیرہ)**

لہذا ائمہ و فقہاء کی ایک جماعت وضو میں نیت کو فرض نہیں مانتی ،اور ساتھ ہی ساتھ محدثین نے بھی اس مسئلے میں فقہاء کا اختلاف بتایاہے ،اور اس کو نقل بھی فرمایا ہے۔تو زئی صاحب کا دعوی کہ" اس پر اجماع ہے "باطل ومردود ہے۔

الغرض صحیح بات یہی ہے کہ اس مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے جیسا کہ کتاب سنت سے واضح ہے۔ واللہ اعلم

۳ - التسمیةعندالوضوءسنة

مولانانذیرالدین قاسمی

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔لیکن اہل حدیث ڈاکٹر ابو سیف عبیداللہ لکھتے ہیں کہ :جو شخص بسم اللہ کر کے وضو نہیں کرتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔(**توضیح الصلاۃ ص:۲۰۹**) غیر مقلد محقق عبد الرؤف سندھو صاحب لکھتے ہیں کہ:وضو کے شروع کرتے وقت بسم اللہ کہے اور یہ کہنا ضروری ہے ،بلکہ اگر بسم اللہ نہ کہے تو وضو نہ ہوگا۔(**مسنون وضو ص:۴۴**) اور اہل حدیث عالم ابوصہیب داؤد ارشد صاحب عنوان تحریر کرتے ہیں کہ :بسم اللہ پڑھے بغیر وضو نہیں ہوتا۔(**حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص: ۲۲۹**)

بہر حال اہل حدیث حضرات کی ایک جماعت کہتی ہے کہ بسم اللہ پڑھے بغیر وضو نہیں ہوتا۔ان کے دلائل مع جوابات درج ذیل ہیں :

حدیث نمبر ۱:

حکیم صادق سیالکوٹیؒ (**صلاۃ الرسول مع تخریج ص:۱۰۶**) عبدالرؤف سندھو (**مسنون نماز ص:۴۴**) اور ڈاکٹر ابو سیف (**توضیح الصلاۃ ص:۲۰۹**)نے سعید بن زیدؓ کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے اور اسی روایت کو عبدالرحمن عزیز(**صحیح نماز نبوی ص:۴۲**) اسمعیل سلفی صاحب (**رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز ص:۱۶**بحوالہ مشکوۃ)اور ابو صہیب داؤد ارشد (**حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۲۹**) وغیرہ نے دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے ،جو کہ یہ ہے :

امام ترمذیؒ(**م۲۷۹ھ**)فرماتے ہیں کہ

حدثنانصربن علی،وبشربن معاذالعقدی،قالا:حدثنابشربن المفضل،عن عبدالرحمن بن حرملة،عن ابی ثفال المری،عن رباح بن عبدالرحمن بن ابی سفیان بن حویطب،عن جدته عن ابیها،قال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیه

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا وضو نہیں جو وضو کے وقت اللہ کا نام نہ لے۔(**سنن ترمذی رقم الحدیث :۲۵**ولفظہ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث :۳۹۸)

الجواب:

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو ثفال ؒ ہے۔امام بخاری ؒ(**م ۲۵۶ھ**) فرماتے ہیں کہ اس کی حدث قابل غور ہے ،امام ہیثمی ؒ(**م ۸۰۷ھ**) فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے اور امام ذہبی ؒ(**م ۷۴۸ھ**) اور حافظ صفی الدین الخزرجی ؒ(**م ۹۲۳ھ**)نے بھی امام بخاری ؒ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ بتایا ہے۔(**تہذیب الکمال ج:۴ ص: ۲۱۰،مجمع الزوائد ج: ۹ص: ۵۸۰،الکاشف رقم : ۷۱۹،خلاصۃ التھذیب للخزرجی ص:۵۸**)

بلکہ امام ابو زرعہ ؒ(**م ۲۸۱ھ**)اور امام ابو حاتم ؒ(**۲۷۷ھ**) اسی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ **"لیس عندنا بذاک الصحیح"**۔(**علل ابن ابی حاتم ج:۱ص:۵۹۵**)

نیز شیخ شعیب الارنوؤطؒ نے بھی اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔(**سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب الارنوؤط رقم الحدیث :۳۹۸**)

لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

حدیث نمبر ۲:

شفیق الرحمٰن صاحب (**نماز نبو ی ص:۸۸مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ**)عبد الرؤف صاحب (**مسنون نماز ص۴۴**)ابوصہیب داؤد ارشد (**حدیث اور اہل تقلید ج :۱ص:۲۲۹**) ڈاکٹر ابوسیف (**توضیح الصلاۃ ص۲۰۹**)اسماعیل سلفی صاحب (**رسول اللہ ﷺ کاطریقہ نماز ص: ۱۶بحوالہ مشکواۃ**)اور شیخ عبدالرحمن عزیز صاحب (**صحیح نماز نبوی ص۴۲**)نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی ہے ،جو درج ذیل ہے :

امام ابو داؤد ؒ(**م ۲۷۶ھ**) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا قتیبة بن سعید، حدثنا محمد بن موسی، عن یعقوب بن سلمة، عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا صلاة لمن لا وضوء له، و لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله تعالی علیه۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: :اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں،اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا ہو۔

الجواب :

اس روایت کی سند میں ایک راوی سلمہؒ ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کررہے ہیں ان کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "یہ حجت نہیں ہیں" ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں کمزور ہیں ،اور امام ذہبیؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ میں سلمہ کو نہیں جانتا۔**(تنقیح التحقیق ج:۱ص:۴۵،تقریب رقم : ۲۵۱۸،الکاشف ۲۳۵۶)**

مزید امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے (سلمہؒ نے)ابو ہریرہؓ سے سنا ہے۔**(تہذیب الکمال ج:۱۱ص:۳۳۲)**

اور یہی حال ان کے بیٹے یعقوب بن سلمہؒ کا ہے جو ان سے یہ روایت نقل کررہے ہیں ان کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے :ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مجہول الحال ہیں ،امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حجت نہیں ہیں۔**(تقریب رقم :۷۸۱۸،الکاشف :رقم ۶۳۸۹)**

اور ان کے بارے میں بھی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ :میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنے والد سے کچھ سنا ہے۔ **(تہذیب الکمال ج:۱۱ص:۳۳۲)**

اور غیر مقلدین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت مردود ہے ،چنانچہ ان کے محدث العصر زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ:یہ روایت بھی عبدالکریم بن امام نسائی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔(مقالات ج:۶ص:۱۴۹)

لہذا غیر مقلدین کے اپنے ہی اصول کی روشنی میں یہ روایت ضعیف ہے ،نیز یہ روایت منقطع بھی ہے ،جیسا کہ امام بخاریؒ کے ارشاد سے واضح ہے۔

حدیث نمبر ۳،۴ :

ابو صہیب داؤد ارشد صاحب نے حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت پیش کی ہے، جس کی سند یہ ہے :

امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا عبدالرحمن بن ابراهيم، حدثنا ابن ابی فديک، عن عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدی، عن ابيه، عن جده، عن النبی ﷺ۔۔۔۔۔۔(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث :۴۰۰)

اس روایت میں عبد المھیمن بن عباس ضعیف ہیں۔**(تقریب رقم :۴۲۳۵)** بلکہ اہل حدیث حضرات کے زئی صاحب نے بھی اس کی سند کو ضعیف ہے۔(ابن ماجہ بتحقیق علی زئی ج:۱ص:۳۸۲)

نیز جناب ارشد صاحب نے المعجم الکبیر کے حوالے سے حضرت ابو سبرہ ؓ کی روایت نقل کی ہے جس کی سند یہ ہے

امام طبرانیؒ**(م ۳۶۰ھ)** فرماتے ہیں کہ

حدثنا أحمد بن عبد الرحمن بن عفال الحرانی، ثنا أبو جعفر النفیلی، ح و حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی، ثنا شعیب بن سلمۃ الانصاری قالا: ثنا یحی بن یزید بن عبد اللہ بن انیس، حدثنی عبد اللہ بن سبرۃ، عن جدہ أبی سبرۃ، قال: قال رسول اللہ ﷺ---

اس کی سند میں ایک راوی ہیں یحی بن یزید بن عبد اللہ بن انیسؒ، ان کے بارے میں امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں: لم أر من ترجمہ۔ مجھے ان کا ترجمہ نہیں ملا۔**(مجمع الزوائد رقم الحدیث :۱۱۵۵)** لہذا یہ دونوں روایات بھی ضعیف ہیں۔

حدیث نمبر ۵:

زبیر علی زئی **(مختصر نماز نبوی ص:۵)** عبد الرؤف سندھو **(مسنون نماز ص:۴۶)** ابو صہیب داؤد ارشد **(حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۲۹)** شیخ عبد الرحمن عزیز **(صحیح نماز نبوی ص:۴۲)** اور ڈاکٹر ابو سیف **(توضیح الصلاۃ ص:۲۰۹)** وغیرہ نے ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے جو کہ درج ذیل ہے :

امام ابن ماجہؒ**(م ۲۷۳ھ)** فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء، حدثنا زید بن الحباب، و حدثنا محمد بن بشار، حدثنا ابو عامر العقدی، و حدثنا احمد بن منیع، حدثنا ابو احمد الزبیری، قالوا: حدثنا کثیر بن زید، عن ربیح بن عبد الرحمن بن ابی سعید، عن ابیہ عن جدہ: أن النبی ﷺ قال: لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ۔(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث : ۳۹۷)

اس روایت کے بارے میں اہل حدیث محدث ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں کمزوری ہے۔**(مسند ابی یعلی بتحقیق ارشاد الحق اثری ج:۲ص:۱۹)**

امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) اورامام ابن الجوزیؒ نے اس روایت کو غیر ثابت قرار دیا ہے۔**(مسائل احمد بروایت عبداللہ رقم :۸۵،بتحقیق لابن لجوزی ج:۱ص:۳۳۸)**

کیوں ضعیف ہے ؟اس کی وجہ علامہ البانی سے سنئیے !وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ :قلت:وھذااسنادضعیف جدا ،وفیہعلل،الأولی:ربیح(ربیحبن عبدالرحمن بن ابی سعید)ھذامختلف فیہ،فقال البخاری:منکر الحدیث،وقال ابن عدی :أرجو أنہ لابأس بہ۔**(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ رقم الحدیث :۸۲۷)**

معلوم ہوا کہ یہ روایت خود اہل حدیثوں کے نزدیک کمزور ہے ،کیونکہ ان کے نزدیک ربیح بن عبدالرحمن میں کمزوری ہے۔

تنبیہ :

ابوصہیب داؤدارشد صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کوحاکم نے صحیح اورعلامہ البانی نے شواہد کی وجہ سے حسن کہا ہے۔منذریؒ اور عسقلانیؒ نے قوی ،ابن کثیرؒ اورعلامہ عراقیؒ نے حسن کہا ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ ساری روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مجموعے سے پتہ چلتاہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔امام ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ **(حدیث اور اہل حدیث ج:۱ص: ۲۳۰)**

الجواب:

ارشد صاحب نے امام حاکمؒ کی تصحیح نقل کی ہے،اس کا جواب عبدالرؤف صاحب سے سن لیں !چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ،مگر ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں ، منذریؒ نے الترغیب میں ،نوویؒ نے المجموع میں اور ابن حجر عسقلانیؒ نے التلخیص میں حاکمؒ کی تصحیح کو رد کیا ہے۔**(صلاۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف ص:۱۰۶)**

ابو صہیب صاحب نے البانی کی تقلید میں کہا ہے کہ ابن صلاح نے حسن کہا ہے۔حالانکہ ان کی پوری عبارت یہ ہے "**قال الشیخ تقی الدین ابن الصلاح فی "مشکل الوسیط":روی ھذاالحدیث من وجوہ فی کل منھانظر،لکنھاغیر مطرحۃ ،وھی من قبیل مایثبت باجتماعہ الحدیث ثبوت الحدیث الموسوم بالحسن**"

امام ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) کہتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جس میں سے ہر سند محل نظر ہے ، لیکن وہ متروک درجے کی نہیں اور یہ اس طرح کی چیزوں میں سے ہے کہ جن کے کسی حدیث میں جمع ہونے سے حدیث حسن کا ثبوت ہوجاتا ہے۔**(مشکل الوسیط لابن الصلاح ،بحوالہ البدر المنیر ج:۲ص:۹۰)**

معلوم ہوا کہ ابن صلاح نے اس روایت کو تعدد طرق کی بناء پر حسن کہا ہے جو کہ اہل علم کی اصطلاح میں حسن لغیرہ کے نام سے معروف ہے۔

نیز ابو صہیب صاحب نے البانی کی تقلید میں کہا ہے کہ منذریؒ نے اس روایت کو قوی کہا ہے،اور زئی صاحب نے نقل کیا ہے کہ منذریؒ نے ترغیب میں شواہد کی بناء پر اس کو حسن کہا ہے۔جبکہ امام منذریؒ کی پوری عبارت یہ ہے **:قال الحافظ وفی الباب احادیث کثیرۃ لا یسلم شیء منہا عن مقال۔۔۔۔فانہا تتعاضد بکثرۃ طرقہا وتکتسب قوۃ واللہ أعلم۔** امام منذریؒ (م ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ اس باب میں بہت سی احادیث ہیں لیکن ان میں سے کوئی کلام سے خالی نہیں ہے (یعنی سب پر کلام کیا گیا ہے) لیکن کثرت طرق کی وجہ سے ان میں مضبوطی اور قوت آگئی ہے۔ **(الترغیب والترہیب ج:۱ص:۹۹)**

معلوم ہوا کہ امام منذریؒ کے نزدیک بھی وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی کوئی بھی حدیث کلام سے خالی نہیں ہے ،مگر انہوں نے بھی تعدد طرق کی وجہ سے اسے مضبوط (حسن) کہا ہے ،بالفاظ دیگر حسن لغیرہ کہا ہے۔

اور زئی صاحب کے نزدیک حسن لغیرہ حجت نہیں ہے۔جس کی تفصیل جناب کے **مقالات ج:۵ص:۱۷۳** پر دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن موصوف کے مسلک کی تائید میں آنے کی وجہ سے انہوں نے اس کو قبول کیا اوراپنا حسن لغیرہ والا قاعدہ بھول گئے۔

تعدد طرق کی وجہ سے ہی ابن حجرؒ،ابن کثیرؒاورعلامہ عراقیؒ نے ان روایات کو حسن کہا ہے جو کہ زبیر علی زئی کے نزدیک ان کے اپنے اصول کی روشنی میں حجت ہی نہیں ہے۔ لہذا ان محدثین کی تصحیح سے اہل حدیث حضرات کو کچھ فائدہ نہیں ملنے والا ہے۔نیز اگر کوئی حسن لغیرہ کو قبول کرنے کے دعوی کرتا ہے جیسے ابوصہیب داؤد ارشد صاحب نے **دین الحق ج:۱ص:۵۴** پر دعوی کیا ہے۔

تو گزارش ہے کہ ۱۵ شعبان کے متعلق درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی فضیلت حسن لغیرہ اسناد سے ثابت ہے :

(۱) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (**مجمع الاوسط ج:۷ص:۳۶،رقم الحدیث ۶۷۷۶**)

(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا(**ترمذی رقم الحدیث :۷۳۹دعاء الطبرانی ص:۱۷۰ارقم الحدیث :۶۰۶**)

(۳) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (**مسند بزارج:اص:۱۵۷،رقم الحدیث۸۰**)

(۴) ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ (**ابن ماجہ رقم الحدیث :۱۳۹۰**)

(۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ(**مسند احمد ج:۶ص:۱۹۷،۱۹۸،رقم الحدیث :۶۶۴۲**)

(۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (**مجمع الزوائد ج:۸ص:۷۷رقم الحدیث :۱۲۹۸۵**)

(۷) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (**مجمع الزوزئد ج:۸ص:۷۷رقم الحدیث :۱۲۹۵۹**)

(۸) ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ (**السنۃ لابن ابی عاصم ج:اص:۲۲۴**)

(۹) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (**شعب الایمان ج:۵ص:۳۶۲**)

(۱۰) ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ (**المجالس الشرع الامالی للامام حسن الخلال ، مخطوطہ ص:۳**)

ان میں سے کچھ احادیث میں بلاشک وشبہہ ضعف ہے ،لیکن تعدد طرق کی بناء پر وہ حسن لغیرہ ہیں۔نیز سلف صالحین کی ایک جماعت نے بھی پندرہویں شعبان کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے اور اس میں عبادت کی ہے ،لیکن یہاں مضمون کے طویل ہونے کے ڈر سے اسی پر اختتام کرتا ہوں۔

جو لوگ حسن لغیرہ کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں ان سے گزارش ہے وہ اعلان فرمادیں کہ ہم پندرہویں شعبان(شب برات) کی فضیلت کے قائل ہیں ،اور جولوگ اس رات کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں وہ خطا پر ہیں۔

امید ہے کہ ابو صہیب داؤد ارشد صاحب اور ان کے اہل فکر حضرات اپنے دعوے کے مطابق یہ اعلان فرمائیں گے ۔ان شاء اللہ۔

الجواب نمبر ۲:

یہ روایت تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ تو ہے ہی لیکن ان روایات کی بنیادپر یہ دعوی کرنا کہ **"جس نے وضو کے ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھا،اس کا وضو نہیں ہوتا"** صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اس طرح کے فتوے کے لئے مضبوط روایت کی ضرورت ہوتی ہے۔

چنانچہ امام ابو داؤدؒ **(م۲۷۵ھ)** فرماتے ہیں کہ میں نے

(۱) امام احمد بن حنبلؒ **(م۲۴۱ھ)** کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جب کوئی بندہ وضو کرے تو بسم اللہ کہے ،میں نے امام احمدؒ سے سوال کیا :جب بسم اللہ بھول جائے تو؟؟امام احمدؒ نے فرمایا :اس پر کوئی حرج نہیں ،اور یہ بات مجھے تعجب میں نہیں ڈالتی کہ بندہ اس کو غلطی سے یا جان بوجھ کر چھوڑ دے اس لئے کہ اس میں کوئی سند (ثابت)نہیں ہے۔**(مسائل احمد بروایت ابوداؤد ص:۱۱)** اسکین ملاحظہ فرمائے

مسائل الإمام أحمد

رواية

أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني

تحقيق

أبي معاذ طارق بن عوض الله بن محمد

الناشر

مكتبة ابن تيمية

أبواب الطهارة ١١

٢٨ ـ سمعتُ أحمدَ سئلَ عمنِ اغتسلَ من الجنابةِ ولم يتوضأْ أيجزئُه؟

قالَ : إذا نوىٰ الوضوءَ .

٢٩ ـ قلتُ لأحمدَ : وقعَ في ماءٍ وهو جنبٌ أيجزئهُ من غسلِ الجنابةِ ؟

قالَ : إذا نوىٰ .

التَّسْمِيَةُ في الوُضُوءِ(١)

٣٠ ـ سمعتُ أحمدَ يقولُ : إذا بدأَ يتوضأُ يقولُ : بسم اللَّهِ .

٣١ ـ قلتُ لأحمدَ إذا نسيَ(٢) التسميةَ [في الوضوءِ](٣) ؟ قالَ : أرجو أنْ لا يكونَ عليه(٤) شيءٌ ، ولا يعجبني أنْ يتركَهُ خطأً ولا عمدًا ، وليسَ فيه إسنادٌ. يعني : لحديثِ النبيِّ ﷺ : « **لا وضوءَ لمن لم يسمّ** »(٥) .

كَمِ الوُضُوءُ مِنْ مَرَّةٍ

٣٢ ـ سمعتُ رجلاً قالَ لأحمدَ : علمني الوضوءَ . قالَ : إذا قمتَ

(١) في « م » : « باب التسمية » في « ل » : بدون « باب » .

(٢) « إذا نسي » ، ليس في « م » .

(٣) من « ل » و« م » ؛ لكن مكانها في الأصل عليه أثر رطوبة ، فلم يظهر ، وقد يظهر من أوله : « على » ، فلعله فيه : « على الوضوء » . واللَّه أعلم .

(٤) « عليه » ، ليس في « م » .

(٥) قوله : « ليس فيه إسناد » ، أي : إسناد صحيح محفوظ تقوم به الحجة ، وليس مراد الإمام نفي جنس الإسناد ، وهذا اصطلاح يستعمله الإمام أحمد بكثرة ، وقد بينته بأمثلته في غير هذا الموضع ، وسيأتي مثال آخر له في أواخر هذه « المسائل » (ص٣٠٠ـ٣٠١) .

هذا ؛ وقد نقل غير واحدٍ من أصحاب أحمد عن أحمد تضعيفه لهـذا الحديث ، منهم : أبو داود ـ كما هنا ـ ، وعبد اللَّه (٨٥ ، ٨٦) . وصالح (٣٥٧ ، ٣٥٨ ، ٦٩٦) ، وابن هانئ (١٦ ، ١٧ ، ١٨) .

اور امام عبداللہ بن احمدؒ **(م ۲۹۰ھ)** فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں سوال کیا ،تو آپ نے فرمایا میرے نزدیک یہ حدیث مضبوط نہیں ہے ،مگر میرے نزدیک اس کو (یعنی وضو کی ابتداء میں بسم اللہ کو) پڑھ لینا پسندیدہ ہے۔**(مسائل احمد بروایت عبداللہ ص:۲۵)**

اسکین:

مسائل
الإمام أحمد بن حنبل
رواية ابنه
عبد الله بن أحمد

تحقيق
زهير الشاويش

المكتب الاسلامي
بيروت: ص.ب ١١/٣٧٧١ - هاتف ٤٥٠٦٣٨ - برقياً: اسلاميا
دمشق: ص.ب ٨٠٠ - هاتف ١١١٦٣٧ - برقياً: اسلامي

وقال أبي: وأنا أذهب إلى هذا، وأقول به لأمر النبي صلى الله عليه وسلم.

٨٤ ـ سمعت أبي سئل عن: رجل نسي المضمضة والاستنشاق، وصلى.
قال: يعيد الصلاة.
قيل: ويعيد الوضوء؟
قال: لا، ولكنه يتمضمض ويستنشق[1].

٨٥ ـ سألت أبي عن: حديث أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ: «لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه».
قال أبي: لم يثبت عندي هذا، ولكن يعجبني أن يقوله.

٨٦ ـ قلت لأبي: الرجل يتوضأ فينسى التسمية؟
قال: يتعاهد ذلك، فإن نسي رجوت أن يجزيه.

٨٧ ـ سمعت أبي يقول: أكثر الوضوء ثلاثاً ثلاثاً، ثنتين تجزىء، وواحدة تجزىء إذا أنقى بالغسل.
وسمعت أبي يقول: أكثر الوضوء ثلاثاً ثلاثاً.

٨٨ ـ سألت أبي عن: حديث أوس أن النبي ﷺ: توضأ في نعليه واستوكف ثلاثاً؟
قال: أي توضأ ثلاثاً.

(١) هذه رواية ثانية عن الامام أحمد، وسوف يمر بك كثير من هذا.

ـ ٢٥ ـ

معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لینا پسندیدہ (مستحب)تو ہے لیکن ان احادیث کی وجہ سے بسم اللہ کے نہ پڑھنے سے وضو کو باطل کہنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) امام ابن منذرؒ (م۳۱۹ھ) فرماتے ہیں کہ **"قال أبو بكر ليس فی هذا الباب خبر ثابت يوجب ابطال وضوء من لم يذكر اسم الله عليه فالاحتياط ان يسمی الله من أراد الوضوء و الاغتسال و لا شيئ علی من ترک ذلک"** اس باب میں کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں ہے جو بسم اللہ نہ پڑھنے والے کے وضو کو یقینی طور پر باطل قرار دے۔البتہ احتیا ط اسی میں ہے کہ جو شخص

وضو یا غسل کا ارادہ کرے تووہ بسم اللہ پڑھ لے۔اور جو شخص اس کا اہتمام نہ کرے اس پر کوئی مضائقہ نہیں۔**(الاوسط لابن المنذر ج:۱ص:۳۶۸،تحت حدیث ۳۴۵)**

(۳) امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ**(م۲۲۴ھ)**فرماتے ہیں کہ **"لم یأتنا فی شیئ منها اشتراط النیة"** ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچی جو تسمیہ کو(وضو کی درستگی کے لئے)شرط قرار دے۔**(کتاب الطہور ص:۵۴)**

(۴) امام نوویؒ**(م۶۷۶ھ)**فرماتے ہیں کہ **"لیس فی احادیث التسمیة علی الوضوء حدیث صحیح صریح"** وضو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں کوئی صریح صحیح حدیث (جو بسم اللہ کو واجب قراردے)موجود نہیں ہے۔**(بحوالہ بدر المنیر ج:۲ص:۸۹)**[8]

لہذا ان احادیث کی بنیاد پر یہ فتوی کہ بسم اللہ نہ پڑھنے سے وضو نہ ہو گا ، صحیح نہیں ہے۔

الجواب نمبر۳:

فقہاء ومحدثین کرام نے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ : ان روایات میں فضیلت کی نفی ہے، نہ کہ ذات کی یعنی اگر وضو سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی گئی تو وضو کی فضیلت اورثواب حاصل نہ ہو گا، یہ نہیں کہ اس کا وضو ہی نہ ہو گا۔

تحقیق درج ذیل ہیں :

(۱) امام طحاویؒ**(م۳۲۱ھ)**فرماتے ہیں کہ **":یحتمل ایضاً ماقاله اهل المقالة الاولی ویحتمل لا وضوء له ای لا وضوء له متکاملا فی الثواب"** ان احادیث میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ثواب کے اعتبار سے اس کا وضو کامل نہ ہو گا۔ **(شرح معانی الآثار ج:۱ص:۲۷)**

تسکین:

---

[8] **نوٹ:**امام نوویؒ کی یہ عبارت ان الفاظ کیساتھ ان کی موجودہ کتب میں نہیں ملی ،البتہ اس مسئلے پر ان کی بحث سے یہ مفہوم ضرور نکلتا ہے۔ دیکھئے **(المجموع ج:۱ص: ۳۴۳،۳۴۴)**

شرح معاني الآثار

للامام أبي جعفر، أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك
ابن سلمة الأزدي الحجري المصري الطحاوي الحنفي
(المولود سنة ۲۲۹ هـ - والمتوفى سنة ۳۲۱ هـ)

حققه وقدم له وعلق عليه
محمد زهري النجار — محمد سيد جاد الحق
من علماء الأزهر الشريف

راجعه ورقم كتبه وأبوابه وأحاديثه وفهرسه
د. يوسف عبد الرحمن المرعشلي
الباحث بمركز خدمة السنة النبوية بالمدينة المنورة

الجزء الثاني

عالم الكتب

۱ - كتاب الطهارة — ۲۷ — ۵ - باب التسمية على الوضوء

۱۰۸ - حدثنا عبد الرحمن بن الجارود البغدادى قال ثنا سعيد بن كثير بن عفير قال حدثني سليمان بن بلال عن أبي ثفال المرى قال : سمعت رباح بن عبد الرحمن بن أبي سفيان يقول حدثتني جدتي أنها سمعت رسول الله ﷺ يقول ذلك .

۱۰۹ - حدثنا فهد قال ثنا محمد بن سعيد قال أنا الدراوردى عن ابن حرملة عن أبي ثفال المرى عن رباح بن عبد الرحمن العامرى عن ابن ثوبان عن أبي هريرة عن النبي ﷺ مثله .

فذهب قوم إلى أن من لم يسم على وضوء الصلاة فلا يجزيه وضوؤه واحتجوا فى ذلك بهذه الآثار .

وخالفهم فى ذلك آخرون فقالوا من لم يسم على وضوئه فقد أساء وقد طهر بوضوئه ذلك .

۱۱۰ - واحتجوا فى ذلك بما حدثنا علي بن معبد قال ثنا عبد الوهاب بن عطاء عن سعيد عن قتادة عن الحسن عن حضين أبي ساسان عن المهاجر بن قنفذ أنه سلم على رسول الله ﷺ وهو يتوضأ فلم يرد عليه فلما فرغ من وضوئه قال « إنه لم يمنعنى أن أرد عليك إلا أنى كرهت أن أذكر الله إلا على طهارة » .

ففي هذا الحديث أن رسول الله ﷺ كره أن يذكر الله إلا على طهارة ورد السلام بعد الوضوء الذي صار به متطهراً .

ففى ذلك دليل أنه قد توضأ قبل أن يذكر اسم الله .

وكان قوله « لا وضوء لمن لم يسم » يحتمل أيضاً ماقاله أهل المقالة الأولى ويحتمل « لا وضوء له » أى لا وضوء له متكاملا فى الثواب ، كما قال « ليس المسكين الذى ترده التمرة والتمرتان واللقمة واللقمتان »

فلم يرد بذلك أنه ليس بمسكين خارج من حد المسكنة كلها حتى تحرم عليه الصدقة .

وإنما أراد بذلك أنه ليس بالمسكين المتكامل فى المسكنة الذى ليس بعد درجته فى المسكنة درجة .

۱۱۱ - حدثنا ابن أبي داود قال ثنا أبو عمر الحوضي قال ثنا خالد بن عبد الله عن إبراهيم الهجرى عن أبي الأحوص عن عبد الله عن النبي ﷺ قال (ليس المسكين بالطواف الذى ترده التمرة والتمرتان واللقمة واللقمتان) قالوا فمن[1] المسكين ؟ قال (الذى يستحى أن يسأل ، ولا يجد ما يغنيه ولا يفطن له فيعطى) .

۱۱۲ - حدثنا على بن شيبة قال ثنا قبيصة بن عقبة قال ثنا سفيان عن إبراهيم ، فذكر مثله بإسناده .

۱۱۳ - حدثنا يونس قال ثنا ابن وهب قال: أنا ابن أبي ذؤيب[2] عن أبي الوليد عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ نحوه.

۱۱٤ - حدثنا أبو أمية ، محمد بن إبراهيم بن مسلم قال : ثنا علي بن عياش الحمصى عن ابن ثوبان عن عبد الله بن الفضل عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ مثله .

۱۱۵ - حدثنا يونس قال: أنا ابن وهب أن مالكا حدثه عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ مثله ، أو كما قال (ليس المؤمن الذى يبيت شبعان وجاره جائع) .

(۱) وفى نسخة « فما » . (۲) وفى نسخة (ذئب) .

(۲) امام ابن بطالؒ (م۴۴۹ھ) امام احمد بن حنبلؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **"قال أحمد بن حنبل علیہ الرحمۃ: ولو صح لكان معناه لا وضوء كاملا كما قال تمت لا صلاة لجار المسجد الا في المسجد، وتمت لا ايمان لمن لا امانة له"** امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ وضو میں کمال پیدا نہیں ہوگا ،(یعنی اس کو اعلی درجے کی فضیلت اور کمال حاصل نہیں ہوتا)جیسا کہ مسجد کے پڑوسی والی حدیث میں ہے۔(وہ حدیث یہ ہیں کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں)۔**(شرح بخاری لابن بطال ج:۱ص:۲۳۱)**

(۳) امام خطابیؒ (م۳۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ **"قال آخرون معناه فی الفضیلة دون الفرضیة کما روی لا صلاة لجار المسجد الا فی المسجد ای فی الاجر و الفضیلة"** دوسرے محدثین نے کہاہے کہ: اس حدیث میں موجود نفی سے مراد فضیلت کی نفی ہے ، فرضیت کی نہیں۔جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں ،اس میں بھی فضیلت اوراجر کی نفی ہے۔**(معالم السنن ج:۱ص:۴۷)**

اسکین:

الجزء الأول
من
معالم السنن
للامام ابی سلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی
المتوفى سنة ٣٨٨
وهو شرح سنن الامام ابی داود
المتوفى سنة ٢٧٥
الطبعة الأولى
سنة ١٣٥١ هجرية وسنة ١٩٣٢ ميلادية
طبعه وصححه
محمد راغب الطباخ
في مطبعته العلمية بحلب — حقوق الطبع محفوظة له

وقال آخرون معناه نفي الفضيلة دون الفريضة كما روى لا صلاة لجار المسجد الا في المسجد اي في الأجر والفضيلة ، وتأوله جماعة من العلماء على النية وجعلوه ذكر القلب . وقالوا وذلك ان الأشياء قد تعتبر بأضدادها فلما كان النسيان محله القلب كان محل ضده الذي هو الذكر بالقلب وانما ذكرُ القلب النية والعزيمة .

ومن باب يدخل يده في الأناء قبل ان يغسلها

قال ابو داود : حدثنا مسدد حدثنا ابو معاوية عن الأعمش عن ابي رَزِين وابي صالح عن ابي هريرة قال . قال رسول الله ﷺ اذا قام احدُكم من الليل فلا يغمِس يدَه في الأناء حتى يغسِلَها ثلاث مرات فأنه لا يدري اين باتت يده .

قلت قد ذهب داود ومحمد بن جرير الى ايجاب غسل اليد قبل غمسها في الأناء ورأيا ان الماء ينجس به ان لم تكن اليد مغسولة ، وفرق احمد بين نوم الليل ونوم النهار . قال وذلك لأن الحديث انما جاء في ذكر الليل في قوله اذا قام احدكم من الليل ولأجل ان الأنسان لا يتكشف لنوم النهار ويتكشف غالباً لنوم الليل فتطوف يده في اطراف بدنه فربما اصابت موضع العورة وهناك لوث من اثر النجاسة لم ينقه الأستنجاء بالحجارة فأذا غمسها في الماء فسد الماء بمخالطة النجاسة اياه ، واذا كان بين اليد وبين موضع العورة حائل من ثوب او نحوه كان هذا المعنى مأموناً .

وذهب عامة اهل العلم الى انه ان غمس يده في الأناء قبل غسلها فأن الماء طاهر مالم يتيقن نجاسة بيده وذلك لقوله فأنه لا يدري اين باتت يده فعلقه بشك وارتياب ، والأمر المضمن بالشك والأرتياب لا يكون واجباً واصل الماء الطهارة وبدن الأنسان على حكم الطهارة كذلك ، واذا ثبتت الطهارة يقيناً

(۴) امام عینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ **"هذاالحديث فهو محمول على نفى الفضيلة"** یہ حدیث فضیلت کی نفی پر محمول ہے۔(شرح ابو داؤد للعینی ج:۱ص:۲۷۳)

(۵) امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ **"معنى هذاالحديث: كان طهور ألجميع بدنه أو لما مر عليه (الماء أى) مطهر أمن الذنوب الصغائر"** اس حدیث کے معنی یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ کا پڑھنا اس کے تمام بدن کو پاک کرنے والا ہے یا اس حصے کو جس پر پانی گذرے۔(**البدر المنیر ج:۲ص: ۹۶،ولفظہ لہ المجموع للنووی ج:۱ص:۳۴۴**)

(۶) امام قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) نے بھی ان احادیث کا یہی معنی بتایا ہے۔ (**کتاب الطہور ص:۱۵۰-۱۵۱**)

(۷) امام ابو الولید القرطبیؒ (م ۵۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ **"وقد يحتمل ان يكون معنى قول النبی ﷺ "لا وضوء لمن لم يسم الله "لا وضوء متكامل الاجر لمن لم يسم الله، مثل قوله ﷺ لا صلاة لجار المسجد الا فى المسجد، ولا ايمان لمن لا امانة له ،وما أشبه ذلک"** یہ بھی احتمال ہے کہ حضور ﷺ کے قول "لاوضوء لمن لم یسم اللہ "سے مراد یہ ہو کہ اس شخص کو وضو کا مکمل اجر نہیں ملے گا جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی ،جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی

مگر مسجد میں ،اور اس شخص کا ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں ،اور اس طرح کی احادیث۔ **(البیان التحصیل ج:۱۸ص:۴۹۹)**

(۸) امام ابن قدامہؒ **(م ۶۲۰ھ)** نے بھی اس روایت کا یہی معنی بتایا ہے۔**(المغنی ج:ص:۱۴۶)**[9]

لہذا ان احادیث کی بناء پر بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے وضو کو باطل کہنا ہی مردود ہے ،کیونکہ سلف صالحین نے ان احادیث کا معنی ومطلب یہی بتلایا ہے کہ ان احادیث میں فضیلت کی نفی ہے ذات کی نہیں۔یعنی اگر کوئی وضو میں بسم اللہ نہ پڑھے تو اعلی درجے کا وضو نہیں ہوگا بلکہ صرف اعضاء وضو پاک ہو جائیں گے لیکن وضو توبہرحال ہوجائیگا۔

الغرض جو لوگ اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں ،ان کو چاہیئے کہ حدیث میں سلف کے فہم کو تسلیم کریں۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **"لاصلاۃلجارالمسجدالافی المسجد"**مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں۔**(مستدرک الحاکم ج:۱ص:۳۷۳،رقم الحدیث:۸۹۸،سنن دارقطنی رقم الحدیث :۱۵۵۲،۱۵۵۳،**واسنادہ حسن لغیرہ)

جس طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کے اعتبار سے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی ،بالکل اسی طرح غیر مقلدین کی پیش کردہ ان روایات کا مطلب بھی یہی ہے کہ ثواب کے اعتبار سے اس کا وضو کامل نہیں ہوتا ،جو وضو کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھتا۔

اور اسلاف نے بھی ان احادیث کا یہی معنی بیان کیا ہے جیسا کہ حوالہ گزرچکا۔ لہذا ان روایات سے غیر مقلدین کا بسم اللہ نہ پڑھنے پر وضو نہ ہونے پر استدلال کرنا باطل و مردود ہے۔

احناف کے دلائل :

احناف کا کہنا ہے کہ وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے واجب نہیں۔اس مسئلے دلائل تو بہت ہیں ،لیکن یہاں چند دلائل پیش کئے جارہے ہیں :

دلیل ۱:

---

[9] ان کے الفاظ یہ ہیں "وان صح ذلک فلیحمل علی تاکید الاستحباب ونفی الکمال بدونہا، کقولہ: لاصلاۃ لجار المسجد الافی المسجد۔"

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ **"یاأیھاالذین آمنوا اذاقمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وأرجلکم الی الکعبین"**

ترجمہ: اے ایمان والو ! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے دھولو اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت (دھولو)اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت دھولو۔**(سورہ مائدہ :٦)**

امام احمد بن حنبلؒ **(م۲۴۱ھ)** سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا :اس سلسلے میں چند احادیث ہیں مگر مضبوط نہیں ہیں ،اور یہ آیت اس کو واجب نہیں قرار دیتی۔**(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی :۳۲۴واسنادہ صحیح)**

دلیل نمبر ۲:

امام ابو داؤدؒ **(م۲۷٦ھ)** فرماتے ہیں کہ:

حدثنا الحسن بن علی، حدثنا ھشام بن عبدالملک، والحجاج بن منھال، قالا :حدثنا ھمام، حدثنا اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ، عن علی بن یحیی بن خلاد، عن ابیہ، عن عمہ رفاعۃ بن رافع، بمعناہ قال رسول اللہ ﷺ انھا لا تتم صلاۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ عزوجل، فیغسل وجھہ ویدیہ الی المرفقین، ویمسح برأسہ ورجلیہ الی الکعبین۔

حضرت رافع بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اچھی طرح وضو نہ کرلے جیسا کہ اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے چنانچہ وہ اپنے چہرے کو دھوئے ،اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے ، اور اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئے۔**(ابو داؤد رقم الحدیث ۸۵۸)**[10]

وضاحت :

اس حدیث میں وضو سے متعلق چار باتیں ذکر کی گئی ہیں :

۱۔چہرہ دھونا

---

[10] محدثین کی تصحیح کے لئے دیکھئے **ص:۱**۔

۲۔ہاتھوں اور

۳۔پاؤں کا دھونا

۴۔ مسح کرنا

اہم نکتہ :

یہ چار باتیں فرائض وضو ہیں۔

اگر وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا فرض بھی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ امت کو ان فرائض کی تعلیم دیتے وقت اس کا بھی ضرور ذکر کرتے۔لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا ،اور آپ ﷺ کا ایسا نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھا فرض نہیں ہے۔

اعتراض :

ابوصہیب ارشد صاحب لکھتے ہیں کہ عدم ذکر سے عدم شی لازم نہیں آتا۔**(حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۳۴)**

الجواب :

یہ اعتراض ہی باطل ومردود ہے۔کیونکہ امام بیہقیؒ**(م۴۵۸ھ)** فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس (رفاعہ بن رافع کی) حدیث سے تسمیہ فی الوضوء کے واجب نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔**(سنن کبری للبیہقی ج:۱ص:۷۳)**

اور خود امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث سے تسمیہ فی الوضوء کے واجب نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ **(نصب الرایہ ج:۱ص:۷)** اور امام زیلعیؒ**(م۷۶۲ھ)** نے بھی امام بیقیؒ کے استدلال کو نقل کیا ہے ،اور زئی صاحب کے اصول کے مطابق سکوت کے ذریعے ان کی تائید کی ہے۔**(انوار الطریق ص:۸)**

لہذا امام بیہقیؒ،ان کے اصحاب اور امام زیلعیؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور صحیح تسلیم کیا ہے ،تو ارشد صاحب کا عدم ذکر کہہ کرجان چھڑانا باطل ومردود ہے۔

اور حق یہی ہے کہ بسم اللہ پڑھنا سنت ہے واجب نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا صحیح مذہب اور داؤد ارشد صاحب کاایک بے سند حوالہ :

ابو صہیب داؤد ارشد صاحب لکھتے ہیں کہ :ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی یہی (وضو کی بتداء میں بسم اللہ کے واجب کہنے کا)ہے۔**(حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۳۶)**

الجواب :

امام احمد بن حنبلؒ کی طرف جو قول ابو صہیب داؤد ارشد صاحب منسوب کر رہے ہیں اس کی سند کہاں ہے ،حقیقت یہ ہے کہ یہ قول بے سند ہے۔

خود ارشد صاحب بے سند روایت کا مذاق اڑاتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ : اس سے نیچے کی سند کیسی ہے ؟ یہ اللہ کو ہی معلوم ہے ،کیونکہ مختصر قیام اللیل میں اس کی سند مذکور نہیں ہے۔**(حدیث اور اہل تقلید ج: ۲ص:۳۸۷)**

جناب ارشد صاحب! آپ نے امام احمد بن احنبلؒ کا جو قول شوکانیؒ کی تقلید میں پیش کیا ہے اس کی سند کا حال بھی اللہ ہی جانتا ہے۔نیز آپ کے محدث زبیر علی زئی اور ارشاد الحق اثری نے بے سند روایت کو موضوع یعنی من گھڑت بتایا ہے۔**(نور العینین ص:۳۰۴،مقالات اثری ج:۲ص:۴۸)**

ایک طرف آپ خود بے سند روایت کا رد کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے مسلک کی تائید میں (بقول علماء اہل حدیث کے) خود موضوع اور بے سند روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ دوغلی پالیسی آخر کیوں ؟؟

اور ارشد صاحب نے امام احمد بن حنبلؒ کی طرف منسوب جو قول پیش کیاہے ،وہ بے سند ہونے کے ساتھ ساتھ قطعاً صحیح نہیں ہے۔

امام صاحبؒ کا صحیح ومعروف اور مفتی بہ قول و مسلک یہی ہے کہ وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے واجب نہیں ہے۔ان کے اقوال ملاحظہ فرمائیں !

(۱) امام ابوزرعہ (م۲۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ **"قال ابو عبداللہ احمد بن حنبل: فیہ احادیث لیست بذاک، وقال اللہ تبارک وتعالی: یاأیھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق۔ فلاأوجب علیہ"** امام احمد بن حنبلؒ سے

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے سے متعلق سوال کیا گیا ،تو انہوں نے فرمایا :اس سلسلے میں چند احادیث ہیں لیکن مضبوط نہیں ہیں ،اور یہ آیت اس کو (وضو میں بسم اللہ کو) واجب نہیں قرار دیتی۔**(تاریخ ابی ذرعہ الدمشقی ۶۳۱،۶۳۲واسنادہ صحیح)**

اسکین:

(۲) امام ابن عدیؒ **(م۳۶۵ھ)** ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ :

حدثنا احمد بن حفص السعدی، قال سئل احمد بن حنبل یعنی وھو حاضر عن التسمیۃ فی الوضوء فقال: لا أعلم حدیثاً یثبت اقوی شیء فیہ حدیث کثیر بن زید عن ربیح و ربیح رجل لیس بمعروف۔

امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا وضو میں بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا : میں اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں جانتا جو کثیر بن زید کی حدیث سے زیادہ قوی ہو جو کہ ربیح سے مروی ہے۔اور ربیح معروف نہیں ہے۔**(الکامل لابن عدی ج:۴ص:۱۰۱۱،واسنادہ ضعیف)**

(۳) حضرت ابو عمر خطاب بن بشرؒ فرماتے ہیں **"وسألتہ عن قول النبی ﷺ: لا وضوء لمن لم یسم اللہ، فقال لیس الخبر بصحیح، وروی عن رجل لیس بمشھور"** امام احمد بن حنبلؒ سے حضور ﷺ کے قول **"لا وضوء لمن لم یسم اللہ"** اس شخص کا وضو نہیں جس نے بسم اللہ نہیں پڑھا ،کے بارے میں سوال کیا گیا ،تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے ، کیونکہ غیر مشہور آدمی سے مروی ہے۔**(مسائل امام احمد بروایت ابی عمر خطاب بن بشر** ،بحوالہ شرح ابن ماجہ للمغلطائی :ص:۲۳۹)

(۴) امام مروزیؒ(م۲۷۵ھ)فرماتے ہیں کہ **"قال المروزی لم یصححه ابو عبدالله و قال لیس فیه شئ یثبت"** امام احمدؒ سے (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی) حدیث (جو کہ حدیث نمبر۵ کے تحت گزر چکی ،اس کو) صحیح نہیں قرار دیا ہے۔اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس مسئلے میں کوئی بات ثابت نہیں ہے۔**(الفروسیہ ص:۲۴۹،ولفظہ شرح ابن ماجہ للمغلطائی ص:۲۴۹، تلخیص الجبیر ج:۱ص:۲۴۰)**

ایک اور مقام پر امام مروزیؒ امام احمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ **"قال المروزی:لم یصححه احمد،وقال:ربیح لیس بمعروف،ولیس الخبر بصحیح۔(ولیس فیه شئ یثبت)"** انہوں نے اس حدیث کو صحیح نہیں قرار دیا ہے ،اور کہا کہ ربیحؒ معروف نہیں ہیں اور یہ خبر بھی صحیح نہیں ہے ،اور نہ اس میں کوئی چیز ثابت ہے۔**(البدرالمنیر ج:۲ص:۷۷)**

(۵) امام ابو داؤدؒ(م۲۷۵ھ)فرماتے ہیں کہ **"قلت لاحمد:اذا نسی التسمیة فی الوضوء؟قال:أرجوا ان لا یکون علیه شئ ،ولا یعجبنی ان یترکه خطأً ولا عمداً ولیس فیه اسناد یعنی لحدیث النبی ﷺ لا وضوء لمن لم یسم"** میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی وضو میں بسم اللہ کہنا بھول جائے (تو کیا حکم ہے)؟تو امام احمدؒ نے فرمایا :اس پر کوئی حرج نہیں ہے ،اور نہ مجھے تعجب میں ڈالتی ہے یہ بات کہ بندہ اسکو غلطی سے یا جان بوجھ کر چھوڑ دے ،اس لئے کہ اس سلسلے میں کوئی سند ثابت نہیں ہے۔**(مسائل احمد بروایت ابوداؤد ص:۱۱)**

(۶) امام اسحٰق بن منصورؒ (م۲۵۱ھ)فرماتے ہیں کہ **"قال لا اعلم فیه حدیثا له اسناد جید"** امام احمدؒ نے فرمایا کہ :اس مسئلے میں کوئی مضبوط حدیث نہیں جانتا ،جس کی سند عمدہ ہو۔**(مسائل احمد بروایت اسحٰق بن منصور ص:۲۶۳)**

(۷) امام ابو بکر الاثرمؒ(م۲۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ: **"سمعت اباعبدالله یسأل عن الرجل یتوضأ ولم یسم،قال لیس فی هذا حدیث یثبت،وأحسنها حدیث کثیر بن زید"** میں نے ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبلؒ)سے سنا کہ ان سے سوال کیا گیا ،ایسے آدمی کے بارے میں جو وضو کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو آپ نے فرمایا : اس مسئلے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور ان احادیث میں بھی کثیر بن زید کی حدیث بہتر ہے۔**(شرح ابن ماجہ للمغلطائی ص:۲۴۹)**

(۸) امام ترمذیؒ(م۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ **"قال احمد:لا أعلم فی هذا الباب حدیثا له اسناد جید"** امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس مسئلے میں کوئی مضبوط حدیث نہیں جانتا۔**(سنن ترمذی ج:۱ص:۳۸ تحت حدیث ۲۵)**

(۹) امام عبد اللہ بن احمدؒ (م ۲۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ **"سألت ابی عن حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ لا ضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ، قال ابی لم یثبت عندی ھذا، ولکن یعجبنی ان یقولہ"** امام عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی امام احمد بن حنبلؒ سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے مگر میرے نزدیک اسے پڑھ لینا پسندیدہ ہے۔**(مسائل احمد بروایت عبد اللہ ص:۲۵)**

دیگر فقہاء و محدثین کے ارشادات :

(۱۰) امام ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ **"ظاھر مذھب احمد رضی اللہ عنہ أن التسمیۃ مسنونۃ فی طھارۃ الاحداث کلھا رواہ عنہ جماعۃ من اصحابہ، وقال الخلال الذی استقرت الروایات عنہ انہ لا بأس بہ۔ یعنی اذا ترک التسمیۃ، وھذا قول الثوری ومالک والشافعی وابی عبیدۃ وابن المنذر وأصحاب الرأی"**

امام احمدؒ کا ظاہر مذہب حدث (ناپاکی) سے طہارت (پاکی) حاصل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ اس روایت کو امامِ احمدؒ کے شاگردوں کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، امام خلالؒ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ تسمیہ کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں، اور یہی قول امام سفیان ثوریؒ امام مالکؒ اما شافعیؒ اور امام ابو عبیدہؒ، امام ابنِ منذرؒ اور اصحابِ رای کا ہے۔**(المغنی: ج ۱ ص ۱۴۵)**

(۱۰) ایک اور مقام پر امام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ :

"وان صح ذلک فیحمل علی تأکید الاستحباب ونفی الکمال بدونھا، کقولہ: لا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد"۔(المغنی: ج ۱ ص ۱۴۵/۱۴۶)

(۱۱) بلکہ امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ **"المسنون التسمیۃ"** وضو میں تسمیہ (بسم اللہ) پڑھنا مسنون ہے۔**(عمدۃ الفقہ: ص ۱۶)**

(۱۲) امام بہاء الدین عبد الرحمن ابن ابراہیم المقدسیؒ **(م ۶۲۴ھ)** فرماتے ہیں کہ **"ثم یقول بسم اللہ وھی سنۃ، ولیست واجبۃ"** وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے واجب نہیں۔**(العدۃ: ص ۲۹)**

(۱۳)　امام کاسانیؒ (م۵۸۷ھ) وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کو سنت قرار دیتے ہیں۔**(بدائع الصنائع: ج۱: ص۲۰)**[11]

(۱۴)　امام ابو حفص عمر الموصلیؒ (م۶۲۲ھ) نے بھی امام احمدؒ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ بتلایا ہے کہ وضو کہ ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب کہنے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔**(جنۃ المرتابی : ص۱۷۷)**[12]

(۱۵)　امام نوویؒ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ : **"اماحکم المسئلة فالتسمية مستحبة في الوضوئ"** مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔**(المجموع: ج۱ ص۳۸۵)**

(۱۶)　امام ابن منذرؒ (م۳۱۹ھ) فرماتے ہیں کہ :

"فاستحب كثير من اهل العلم للمرء أن يسمى الله تعالىٰ اذا ارادالوضوء وقال اكثرهم لاشئى على من ترک التسمية فى الوضوء عامداً او ساهياً، هذا قول سفيان الثورى والشافعى واحمد بن حنبل، وابى عبيدة، واصحاب الرأى۔"

بہت سے اہلِ علم نے آدمی کے لئے مستحب قرارد یا ہے کہ جب وہ وضو کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے ، اکثر علماء نے کہا ہے کہ وضو میں تسمیہ کو چھوڑنے پر جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے ،کوئی حرج نہیں ، اور یہی قول سفیان ثوریؒ ، اما م شافعیؒ ، امام احمد بن حنبلؒ اور ابوعبیدہ اور اصحاب الرای کا ہے۔**(الاوسط لابن المنذر: رقم الحدیث: ۳۴۴)**

نیز امام ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ **"واستدل النسائى وابن خزيمة والبيهقى فى استحباب التسمية بحديث معمر"** امام نسائیؒ اور امام ابن خزیمہؒ اور امام بیہقیؒ نے حدیث معمر سے وضو کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر استدلال فرمایا ہیں۔**(تلخیص الحبیر: ج۱ ص۱۲۸)**

خلاصہٗ کلام یہ ہے کہ داؤد ارشد صاحب نے امامِ احمدؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ مرجوح اور بے سند ہے جو کہ خود اہلِ حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں موضوع اور من گھڑت ہے۔نیز حنابلہ کا فتویٰ بھی مسنون پر ہی ہے، اور امامِ احمدؒ سے تسمیہ کے واجب نہ ہونے کی روایات بالکل صریح اور صاف اور مشہور ہیں جس کو داؤد ارشد صاحب بالکل پی گئے۔

لہٰذا داؤد ارشد صاحب کا مجروح اور بے سند قول سے استدلال باطل اور مردود ہے۔

---

[11] ان کے الفاظ یہ ہیں: "وهو معنى السنة كقول النبى ﷺ لا صلوٰة لجار المسجد الا فى المسجد، وبه نقول انه سنة، لمواظبة النبى ﷺ عليها عند افتتاح الوضوئ، وذلک دليل السنة۔"

[12] ان کے الفاظ یہ ہیں:"باب فى التسمية على الوضوئ: قال احمد: ليس فيه شئى يثبت۔"

امام ابن ہمامؒ کے قول کاجائزہ :

اسی طرح آگے ابو صہیب داؤد ارشد صاحب نے امام ابن ہمامؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب کہا ہے۔(ایضا)

الجواب:

امام ابن ہمامؒ (م۸۶۱ھ) کے شاگرد امام قاسم بن قطلوبغا(م۸۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ : **"لاعبرة بأبحاث شیخنا یعنی ابن الھمام، اذاخالفت المنقول"** ہمارے شیخ ابن ہمامؒ کی وہ بحثیں جن میں منقول فی المذہب مسائل کی مخالفت ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔**(ردالمحتار: ج۱ص ۴۶۳)**

لہٰذا یہ امام ابن ہمامؒ کی اپنی اجتہادی خطاہے، اور ساتھ ساتھ غیر مفتٰی بہ قول بھی ہے، الغرض ارشد صاحب کا اس سے استدلال اور دوسروں کے دل میں وسوسہ پیدا کرنا مردود و باطل ہے۔

معلوم ہوا کہ چاروں ائمہ کا مسلک وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب قرار دینےوالا نہیں ہے اور یہی رائے جمہور کی ہے۔بلکہ حضرت حسن بصریؒ(م۱۱۰ھ) بھی فرماتے ہیں کہ **"یسمی اذاتوضأفان لم یفعل أجزأہ"** جب کوئی وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اوراگر نہ پڑھے تو بھی وضو ہو جائے گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۲۳۱واسنادہ حسن)

ان ساری تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے فرض اور واجب نہیں۔

گھر کا حال :

عموماً غیر مقلدین عام مسلمانوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ حنفی کا شافعی سے اختلاف ہے اور شافعی کا حنبلی سے اور حنبلی کا مالکی سے اور مالکی کا حنفی سے۔اور کہتے ہیں کہ ہم اختلاف کی شکل میں کتاب وسنت کی طرف لوٹتے ہیں۔لیکن ان کو پتہ نہیں ہے ،خود اہل حدیث فرقہ میں کتنا اختلاف ہے۔

آیئے! جو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا، اختلاف کی صورت میں قرآن وحدیث کی طرف لوٹنے کادعوی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حنفی، شافعی کواختلاف کا طعنہ دیتے ہیں ان کی اندرونی داستان دیکھتے ہیں۔ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کے مسئلے پر۔

(۱) رئیس ندوی سلفی صاحب ایک حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

اس فرمان نبوی میں امر کے صیغے کے ساتھ وضو کے وقت بسم اللہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے جو فرض ہونے کی دلیل ہے۔**(رسول اللہ ﷺ کا صحیح طریقہ نماز ص:۸۴)**

اسکین:

رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز ۸۴

وضو میں بسم اللہ پڑھنا

مفتی نذیری نے وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کو مسنون ومستحب قرار دیا مگر ان کے ہم مذہب مولانا فرنگی محلی نے کہا :—

" وثالثها وهو أصحها وأحسنها انها واجبة یعنی صحیح ترین اور بہترین بات یہ ہے کہ وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنے کو واجب قرار دیا جائے (احکام القنطرۃ فی احکام البسملة ص۱۰ وسعایہ شرح وقایہ ج۱ ص۱۰۱ تا ص۱۱۱) اپنے ہم مذہب مولانا فرنگی محلی کی اس بات پر بھی مفتی نذیری نے کوئی دھیان نہیں دیا اور اپنی مستدل حدیث نبوی " لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ " کے خلاف بھی فتوی دیتے ہوئے موصوف مفتی نذیری نے سنت کی طرح وضو سے پہلے بسم اللہ کو اپنے " مسنون ومستحب " کے سرخانہ میں ڈال دیا۔ اپنی مستدل حدیث کی مخالفت کرتے ہوتے وضو کے لئے بسم اللہ کو " مسنون ومستحب " کے سرخانہ میں ڈالنے والے مفتی نذیری نے اس معرکۃ الآراء اختلافی مسئلہ میں بھی حسب عادت اپنے بتلائے ہوئے طریق تصنیف کے بالکل خلاف دو سے زیادہ حوالے کتاب وسنت سے نہیں دیئے جبکہ اس سلسلے میں بہت سارے نصوص شرعیہ موجود ہیں مثلاً ایک فرمان نبوی یہ ہے کہ

" یا ابا ھریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ " یعنی اے ابوہریرۃ جب وضو کرو تو بسم اللہ والحمد للہ کہو (معجم صغیر للطبرانی قال الھیثمی والعینی الحنفی وابن الھمام الحنفی اسنادہ حسن، مجمع الزوائد ج۱ ص۲۲۰ وسعایہ شرح شرح الوقایہ ج۱ ص۱۰۹/۱۱۰)

اس فرمان نبوی میں امر کے صیغہ کے ساتھ وضو کے وقت بسم اللہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے جو فرض ہونے کی دلیل ہے۔ اس سلسلے میں دوسرا فرمان نبوی انس بن مالک سے مروی ہے کہ

" توضأوا بسم اللہ۔ الحدیث " یعنی آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو (صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۱۴۴ ج۱ ص۷۴، سنن بیہقی مع جوہر النقی ج۱ ص۴۳ وسنن دار قطنی مع تعلیق المغنی ج۱ ص۷۱ وسندہ صحیح)

(۲) دوسری طرف انہی کی مخالفت کرتے ہوئے اہل حدیث عالم ابوصہیب داؤد ارشد صاحب عنوان تحریر کرتے ہیں کہ امام داؤد ظاہریؒ نے **'بھی'** وجوب کا موقف ان صحیح احادیث کی بناء پر اپنایا تھا۔**(حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۳۰)**

اس عبارت سے معلوم ہورہا ہے کہ داؤد ارشد صاحب بھی وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب سمجھتے ہیں۔

اسکین:حدیث اور اہل تقلید ج:۱ص:۲۳۰

حدیث اور اہل تقلید جلد اوّل — ۲۳۰

رضی اللہ عنہ کو حاکم نے صحیح علامہ البانی نے شواہد کی وجہ سے حسن کہا ہے۔منذری، عسقلانی نے قوی، ابن الصلاح، ابن کثیر اور علامہ عراقی نے حسن کہا ہے۔ (ارواء الغلیل ص۱۲۲ ج۱ رقم الحدیث۸۱)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سب روایات کا ذکرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مجموعہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔ امام ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (التلخیص الحبیر ص۷۵ ج۱)۔ان صریح حدیث کی موجودگی میں مولانا فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے داؤد ظاہری کی تقلید کی ہے۔

(حدیث اور اهل حدیث ص۱۸۲)۔

امام داؤد ظاہری نے بھی وجوب کا مؤقف ان صریح احادیث کی بنا پر اپنایا تھا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اہل حدیث نے بھی فرمان نبوی علیہ التحیۃ والسلام کی وجہ سے اپنا دستور العمل قرار دیا ہے۔مگر مولانا کو یہ تقلید نظر آتی ہے جیسے ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے، ویسے ہی علماء دیوبند کو ہر چیز میں تقلید ہی تقلید نظر آتی ہے۔مگر ان فقہی دماغوں میں یہ چھوٹی سی بات کون ڈالے کہ حضرت دلیل شرعی کی پیروی کو تقلید نہیں بلکہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کہتے ہیں۔ افسوس جو تقلید اور اتباع کے فرق کو نہیں جانتے وہ چودہویں صدی میں مصنف بن بیٹھے ہیں اور رد کر رہے ہیں اہل حدیث کا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فصل دوم

دلیل اول: **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يا ابا هريرة اذا توضات فقل بسم الله والحمد لله فان حفظتك لاتبرح تكتب لك الحسنات حتى تحدث من ذالك الوضوء۔**

(معجم طبرانی صغیر ص۷۳ ج۱ و اسناده حسن، مجمع الزوائد ص۲۲ ج۱)۔

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ "**بسم الله والحمد الله**" بلاشبہ تیرے محافظ فرشتے تیرے لئے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتی کہ تو اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔ (حدیث اور اهل حدیث ص۱۷۸)۔

الجواب: اولا مؤلف حدیث اور اہل حدیث کے نزدیک "حکم" سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(حدیث اور اهل حدیث ص۱۷۶)۔

جبکہ اس حدیث میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم اللہ" پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا ان کے اصول کے موافق اور پیش کردہ روایت سے فرضیت ثابت ہے۔

ثانیا: اس کی سند میں ابراہیم بن محمد راوی ہے جو صاحب مناکیر ہے۔(میزان ص۵۶ ج۱)۔

علامہ پٹنی مرحوم نے (تذکرۃ ص۳۱) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے، (لسان المیزان ص۹۸ ج۱) میں
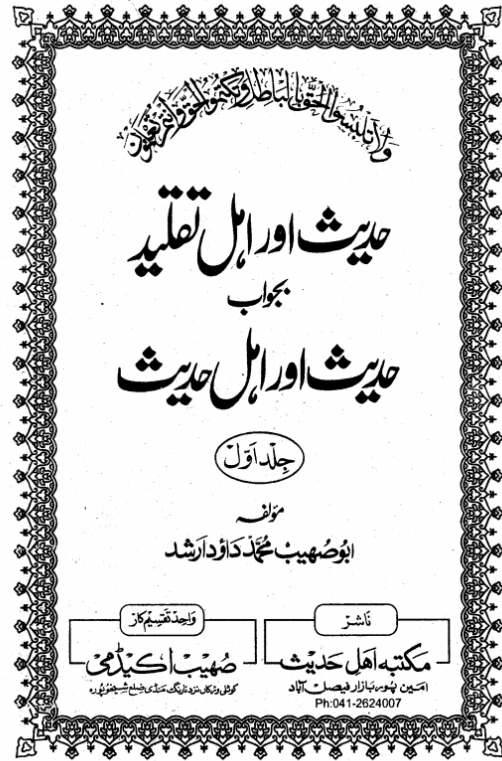
نیز جب اہل حدیث حضرات نے چاروں فقہاء کے مذاہب اور ان کے متبعین و فقہی نظام سے کٹ کر دعوی کیا کہ ہم ہر مجتہد کے فیصلے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پکڑیں گے، چیک کریں گے۔

لہٰذاان سے سوال توضرور کیا جائے گا کہ حدیثِ تسمیہ میں واجب اور فرض کا لفظ کہاں ہے؟تو شاید اسی سے پریشان ہوکر ایک تیسرا دعوی سامنے آیا، تاکہ اہل حدیث حضرات اس سوال سے بچ سکیں۔

چنانچہ:

(۳) مولانا صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ :وضو کے شروع میں بسم اللہ **'ضرور'** پڑھنی چاہیئے۔**(صلاۃالرسول: ص۱۶۶)** نیز غیر مقلد مبلغ شفیق الرحمن بھی لکھتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ **(نماز نبوی ص:۸۸)**

اسکین: صلاۃ الرسول مع قول المقبول: ص۱۶۶

۱۶۶

مسنون وضوء کی مکمل ترکیب

رحمتِ عالم کا وضوء

(۱) وضوء کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

۷۹۔ "لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ" (ترمذی)

"جو وضوء کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا۔ اس کا وضوء (پورا) نہیں ہوتا۔"

(۲) پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئیں۔

---

۷۹ ــــ یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ، ابوسعید خدری، سعید بن زید اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حدیث ابوہریرہؓ مسند احمد (۲/۴۱۸) ابوداؤد (۱۰۱) ابن ماجہ (۳۹۹) دارقطنی (۱/۷۹/۱) باب الحث علی التسمیۃ مستدرک (۱/۱۴۶) اور بیہقی (۱/۴۳) میں ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ مگر ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں منذری نے "الترغیب" (۱/۱۶۴) میں نووی نے المجموع (۱/۳۴۲) میں اور ابن حجر نے "التلخیص" (۱/۷۲) میں حاکم کی تصحیح کو رد کیا ہے۔

منذری نے مختصر سنن (۱/۸۸) میں کہا ہے کہ اس کے بارے میں جتنی احادیث ہیں سب سے اچھی سند اسی حدیث کی ہے۔

البانی نے شواہد کی بناء پر اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے منذری، عسقلانی نے قوی، ابن الصلاح، ابن کثیر اور عراقی نے حسن کہا ہے۔ ارواء الغلیل (۸۱)

حدیث ابی سعید مصنف ابن ابی شیبۃ (۱/۲-۳) مسند احمد (۳/۴) دارمی (۱/۱۷۶) مسند ابی یعلی (۱۰۶۰ و ۱۲۲۱) دارقطنی اور بیہقی میں ہے۔ امام احمد نے اسے سب سے اچھی حدیث کہا ہے۔ جیسا کہ حاکم اور بیہقی نے نقل کیا ہے۔ بوصیری نے اسے حسن کہا ہے۔ مصباح الزجاجۃ (۵۹)۔

حافظ ابن حجر سب روایات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مجموعہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔

اس کے بعد ابن ابی شیبۃ کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ ہمارے لیے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔

جس حدیث کا مؤلف نے حوالہ دیا ہے یہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جسے احمد (۴/۷۰) ترمذی (۲۵) ابن ماجہ (۳۹۸) ابویعلی نے معجم الشیوخ" (۲۵۵) میں عقیلی نے "ضعفاء" (۱/۱۷۷) میں شاشی نے "مسند" (۱/۲۵۸) ـــــ←

(۴) بلکہ ان سب سے ایک قدم آگے بڑھ کر فرض ،واجب اور ضروری کی اصطلاحات سے جان چھڑانے کے لئے اہل حدیث ڈاکٹر ابو سیف عبید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :جو شخص بسم اللہ کر کے وضو نہیں کرتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔**(توضیح الصلاۃ ص:۲۰۹)** اسکین ملاحظہ فرمائے

توضیح الصلوۃ-صلوۃ ۲۰۹ وضو کا طریقہ

کرے، سختی اور تکلیف کی حالت (بارش، کیچڑ، شدت کے جاڑے، شدت کی گرمی وغیرہ) میں جو شخص بہت دور بار بار چل کر مسجد میں نماز ادا کرے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرے تو اس کے گناہ مٹا دئے جاتے ہیں۔ اور جنت میں درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ درجہ۔۳ (سوم) مسلم۔ ۵۸۷،۵۸۸ ترمذی۔ ۵۱،۵۲ نسائی۔۱۴۳ ابن ماجہ۔۴۲۸

(۱۲) جب اپنے بستر پر سونے جائیں تو نماز جیسا وضو کریں پھر دائیں کروٹ دائیں ہاتھ پر رخسار رکھ کر لیٹ جائیں پھر یہ دعا پڑھیں اگر اسی رات موت ہو جائے گی تو اسلام پر رہیں گے اور یہ دعا آپ کا آخری کلام ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَ اَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ

اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کردی۔ اور اپنا منہ تیری طرف پھیر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اور تیری پناہ لی، تیری طرف رغبت کی وجہ سے اور تجھ سے ڈر کر۔ تیرے سوا کوئی پناہ اور نجات کی جگہ نہیں، اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا۔

درجہ۔۱ (اول۔متفق علیہ) بخاری۔۲۴۷،۶۳۱۱ مسلم۔۶۸۸۲ ابو داؤد۔ ۵۰۴۶،۵۰۴۸ ترمذی۔ ۳۳۹۴ ابن ماجہ۔ ۳۸۷۶

وضو کا طریقہ

مسنون وضو کی مکمل تربیت

(۱) وضو سے پہلے پیشاب وپاخانے وغیرہ ضروریات سے نپٹ لینا چاہیے۔

درجہ۔۱ (اول۔متفق علیہ) بخاری۔۱۳۹،۱۸۱،۱۶۶۷،۱۶۶۹،۱۶۷۲ مسلم۔۱۲۴۶ ابو داؤد۔۸۹ ترمذی۔ ۱۴۲ ابن ماجہ۔۶۱۶،۶۱۷

(۲) وضو کے لئے پہلے نیت کر کے بسم اللہ کریں، پھر پہلے مسواک کریں، اس کے بارے میں حدیثیں پہلے آچکی ہیں۔ (دیکھئے: طہارت اور غسل کا بیان)

(۳) جو شخص بسم اللہ کر کے وضو نہیں کرتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔ "وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ"

ابو داؤد۔۱۰۱،۱۰۲ ترمذی۔۲۵(حسن) نسائی۔۷۸ ابن ماجہ۔ ۳۹۸(حسن)،۳۹۹(حسن)،۴۰۰

(۴) وضو اور ہر شان کے کام کی ابتداء دائیں طرف سے مسنون ہے۔

درجہ۔۱ (اول۔متفق علیہ) بخاری۔۱۶۷،۱۶۸،۴۲۶،۵۳۸۰ مسلم۔۶۱۶،۶۱۷،۵۴۹۵ ابو داؤد۔ ۴۱۳۹،۴۱۴۰،۴۱۴۱ ترمذی۔۶۰۸ نسائی۔۱۱۲،۴۲۱،۵۰۵۹ ابن ماجہ۔۴۰۱

(۵) دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر پہلے دونوں ہتھیلیوں کو دھو کر صاف کرلیں۔

اور یہی بات داود ارشد صاحب اور عبدالرؤف سندھو نے بھی کہی ہے۔**(حدیث اور اہل تقلید ج: ا ص: ۲۲۹، مسنون نماز ص:۴۴)**

اس حدیث **"لاوضوءلمن لم یذکر اسم اللہ علیہ"** کے متعلق فقہاء و محدثین نے جو مفہوم و معنی لکھا تھا (جس کا ذکر گزر چکا) جب وہ اہل حدیث حضرات کے سامنے آیا تو شاید اسی وجہ سے۔۔۔

(۵) مولانا عبد المتین جوناگڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ :(وضو کی)دیگر سنتوں کا بیان ہے ،جیسے نیت کرنا ،**بسم اللہ پڑھنا،** کانوں کا بھی مسح کرنا۔**(حدیث نماز ص:۲۸)** اسکین ملاحظہ فرمائے

۲۸

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَاءُنَا يَقُولُونَ هٰذَا الْوُضُوْءُ أَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدٌ لِلصَّلٰوةِ

مغفرت ہوجاتی ہے ۔ابن شہاب نے کہا کہ ہمارے علماء (صحابہؓ) کہتے تھے کہ یہ سب سے کامل وضو ہے جو نماز پڑھنے والا کرتا ہے۔

مسلم شریف کی اس حدیث کو وضو کے بیان میں اصل عظیم مانا گیا ہے اس میں تین سنتوں کا اضافہ ہے۔ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا، کُلّی کرنا، ناک میں پانی دینا بعض محدثین ان سنتوں کو واجب کہتے ہیں اور ان کے بغیر وضو صحیح نہیں مانتے۔ ان کے علاوہ بھی احادیث میں دیگر سُنتوں کا بیان ہے جیسے نیت کرنا ،بسم اللہ پڑھنا، کانوں کا بھی مسح کرنا حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جب آدمی سو کر اُٹھے تو وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈلے بلکہ تین مرتبہ پانی ڈال پہلے ہاتھ دھولے (بخاری ومسلم) پھر پورا وضو برتن میں ہاتھ ڈال ڈال کر کرسکتا ہے (بخاری وسلم) اور وقتوں میں کم سے کم ایک مرتبہ ہاتھوں پر پانی ڈال کر دھونا مستحب ہے (نووی شرح صحیح مسلم ص۱۳۰) بعض لوگ وضو کے برتن میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنے کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کا خیال بُرا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو لوگوں کے سامنے اسی طرح کرکے دکھایا کہ پہلے برتن جھکا کر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال ڈال کر پانی لیا اور وضو پورا کیا (بخاری ومسلم) احادیث میں وضو کے لئے ایک ایک مرتبہ ہر عضو کا دھونا بھی ہے۔ دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ ایک ہی وضو میں کوئی عضو دو مرتبہ اور کوئی عضو تین مرتبہ دھویا۔ تو یہ سب جائز صورتیں سُنت میں شامل ہیں۔ لیکن کم سے کم ایک ایک مرتبہ دھونا واجب ہے اور اس سے زائد سُنت یا مستحب (نووی ص۱۳۰ و نیل الاوطار) لیکن تین مرتبہ سے زیادہ دھونا خلاف سُنت، گناہ اور ظلم ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ، ابو داؤد)

(۶) اہل حدیث مفتی امین اللہ پیشاوری نے بھی وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو سنت کہا ہے۔**(فتاوی الدین الخالص ج:۱ص:۳۵۶)**

نیز بعض اہل حدیث علماء ان اصطلاحات (فرض ،واجب ،سنت ،ضروری)سے خاموشی اختیار کرنے میں اپنی عافیت سمجھی ،چنانچہ:

(۷) شیخ عبدالرحمن عزیز **(صحیح نماز نبوی ص:۴۲)**

(۸) مولانا ابراہیم سیالکوٹی صاحب **(صلاۃ النبی ص:۱۸)**اور

(۹) صلاح الدین یوسف **(مسنون نماز ص:۲۸)**پر ان حضرات نے وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا تو بتایا ہے لیکن اس کے بارے میں کوئی حکم (فرض ،واجب ،سنت اور ضروری کا)بیان نہیں کیا ہے۔بلکہ اس سے خاموشی اختیار کرنا غنیمت جانا۔**نیز زبیر علی زئی** نے بھی یہی کیاہے۔**(صحیح نماز نبوی:ص۵)** اسکین ملاحظہ فرمائے

صحیح نمازِ نبوی 5

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضوکا طریقہ

۱: وضو کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:((لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ))

جو شخص وضو (کے شروع) میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں ہے۔ ❶

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا:((تَوَضَّؤُوْا بِسْمِ اللّٰهِ)) وضو کرو: بسم اللہ ❷

۲: وضو (پاک) پانی سے کریں۔ ❸

۳: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِيْ أَوْ عَلَی النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ کُلِّ صَلَاةٍ))

اگر مجھے میری امت کے لوگوں کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ ❹

آپ ﷺ نے رات کو اٹھ کر مسواک کی اور وضو کیا۔ ❺

---

❶ ابن ماجہ:۳۹۷ وسندہ حسن، والحاکم فی المستدرک ۱۴۷/۱

❷ النسائی:۶۱/۱ ح ۷۸ وسندہ صحیح، وابن خزیمہ فی صحیحہ ۷۴/۱ ح ۱۴۴ وابن حبان فی صحیحہ (الاحسان:۶۵۴۴/۶۵۱۰)

❸ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا﴾

پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔(النسآء:۴۳، المآئدۃ:۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گرم پانی سے وضو کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵/۱ ح ۲۵۶ وسندہ صحیح)

لہٰذا معلوم ہوا کہ گرم پانی سے بھی وضو کرنا جائز ہے۔[تنبیہ: نبیذ، شربت اور دودھ وغیرہ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے]

❹ البخاری:۸۸۷ ومسلم:۲۵۲ ❺ مسلم:۲۵۶
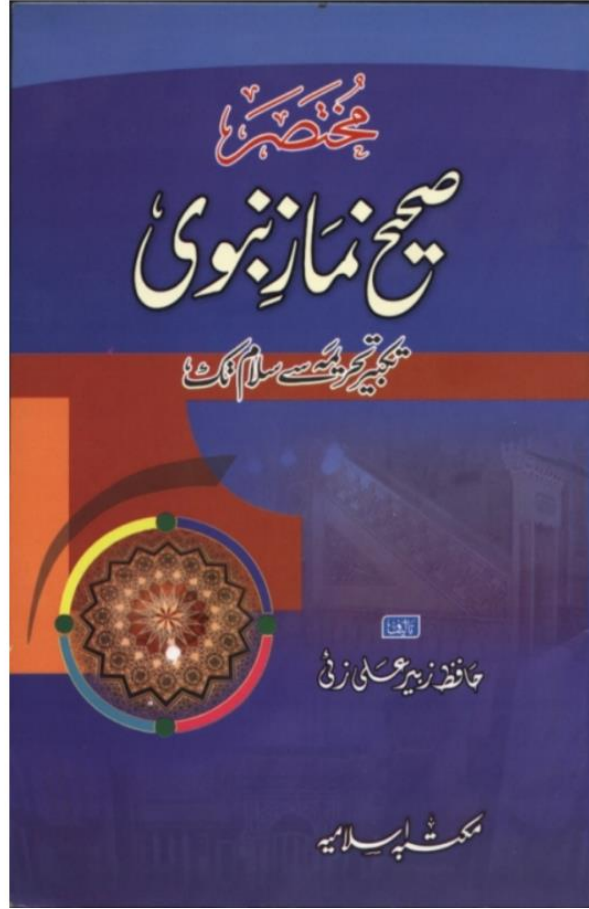
(۱۰) اور یاد رہے کہ جن علماء اہل حدیث نے وجوب کا دعوی کیا ہے ان میں ایک مشہور ہستی علامہ البانیؒ کی بھی ہے۔ چنانچہ وہ ایک سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ :

جی ہاں !غسل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ غسل وضو کے قائم مقام ہے ،جس نے وضو کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں ہوا۔**(فتاوی البانیہ ج:۱ص:۱۵۹)**

لیجئے !اہل حدیث فرقے کے محدث نے بھی وضوکے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب کہہ دیا ہے۔ (اسکین ملاحظہ فرمائے)

فتاویٰ البانیہ ۔۔۔ 159

((ان النبی ﷺ کان یذکر الله فی کل احواله))

''بے شک نبی علیہ السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔'' حائضہ کے بارے میں شرعی طور پر یہ حکم موجود ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتی۔ اس کا نماز نہ پڑھنے کا حکم یہ ایک حکم تعبدی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کی حکمت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ تو ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ ہم اس کا دائرہ تنگ کریں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک وسعت دی ہے۔ وسعت اختیار کریں بھی ان کے لیے وسعت پیدا کریں کہ جس قدر اللہ نے لوگوں کے لیے وسعت پیدا کی ہے۔

اس مناسبت سے اکثر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حج کا جو واقعہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کے لیے جا رہی تھی تو مکہ کے قریب ''سرف'' نامی جگہ پر پہنچ کر حیض کی وجہ سے رونے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اصنعی مایصنع الحاج غیر الاتطوفی بالبیت ولاتصلی))

حاجی جو کام کرتے ہیں تم بھی وہی کام کرتی جاؤ۔ صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کرنا اور نماز نہ پڑھنا۔ تو یہاں اس کو قرآن پڑھنے اور مسجد میں داخل ہونے سے آپ ﷺ نے منع نہیں کیا۔

سوال: کیا غسل شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے؟ [فتاویٰ الامارات: ١٤٠]

جواب: جی ہاں غسل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ غسل وضو کا قائم مقام ہے۔ جس نے وضو کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوتا۔

سوال: کیا ناک میں پانی چڑھانا اور کلی کرنا غسل میں واجب ہے؟

[فتاویٰ الامارات: ١١٩]

جواب: غسل میں کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا واجب نہیں کیونکہ غسل میں وضو واجب نہیں ہے۔ بلکہ وضو تو غسل سے پہلے ہوتا ہے۔ سنت طریقہ یہی ہے۔ کیونکہ ''صحیح مسلم'' میں حدیث ہے کہ:

لیکن خود سلفیوں کے عالم :

(١١) شیخ ابن باز لکھتے ہیں کہ جو شخص بھول یا جہالت کی وجہ سے تسمیہ نہ پڑھ سکا اس کا وضو صحیح ہے۔ **(فتاوی اسلامیہ ج:١ص:٢٨١)** اسکین ملاحظہ فرمائے

کتاب الطہارت ...... طہارت کے بیان میں ۔۔۔ 281

یاد بھی ہو تو تسمیہ واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«لاَ وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ»(جامع الترمذي، كتاب الطهارة، باب ما جاء في التسمية عند الوضوء، ح:٢٥، وسنن ابن ماجه، كتاب الطهارة وسننها، باب ما جاء في التسمية في الوضوء، ح:٣٩٧، ٣٩٨، ٣٩٩)

''جو شخص اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے اس کا وضوء نہیں۔''

لیکن جو شخص بھولنے یا جہالت کی وجہ سے تسمیہ نہ پڑھ سکے اس کا وضوء صحیح ہے اور اگر تسمیہ کو واجب قرار دیں تو پھر بھی اس کے لئے وضوء کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ یہ شخص جہالت اور نسیان کی وجہ سے معذور ہے اور اس مسئلہ میں دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں سکھائی گئی دعاء ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرة٢/ ٢٨٦)

''اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کرنا!''

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے اس دعاء کو شرف قبولیت سے سرفراز فرما دیا ہے۔''

شیخ ابن باز

نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے

سوال: میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ ظہر یا عصر سے پہلے بیت الحرام میں سو جاتے ہیں پھر جب انہیں نماز کے لئے بیدار کرنے والا آتا ہے تو وہ وضوء کئے بغیر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض عورتیں بھی اسی طرح کرتی ہیں۔ براہ کرم مطلع فرمائیے کہ اس کا کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

جواب: نیند اگر اس قدر گہری ہو کہ اس سے شعور زائل ہو جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ صحابی جلیل حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

«أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا كُنَّا مُسَافِرِينَ أَنْ لاَ نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلاَّ مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ»(جامع الترمذي، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، ح:٩٥، وسنن نسائي، كتاب الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين للمسافر، ح:١٢٧ وصححه ابن خزيمة)

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم مسافر ہوں تو بول و براز اور نیند کی وجہ سے تین دن اور تین راتوں تک اپنے موزوں کو نہ اتاریں ہاں حالت جنابت ہو تو پھر اتارنا ہو گا۔''

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ، فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ اِسْتَطْلَقَ الْوِكَاءُ»(مسند احمد، ٩٦/٤ وسنن دارمي، كتاب الطهارة، باب الوضوء من النوم، ح:٧٢٢، والسنن الكبرى، كتاب الطهارة، باب الوضوء من النوم، ح:٥٨٢ وفي سنده ضعف ، لكن له شواهد تعضده كحديث صفوان المذكو وبذلك يكون حديث حسنًا)

(۱۲)   غیر مقلدین کے فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار حماد صاحب لکھے ہیں کہ:اگر بھول کی وجہ سے وضو کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھی گئی تو دوران وضو جب بھی یاد آئے تو اسے پڑھا جا سکتا ہے ،اگر وضو مکمل ہونے کے بعد یا د آئے تو اس کے بغیر بھی وضو صحیح ہے ،اسے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔**(فتاوی اصحاب الحدیث ج:۲ص:۸۳)** اسکین ملاحظہ فرمائے

فتاوی اصحاب الحدیث 83/2 طہارت و وضو

دوسرے الفاظ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے ،جیسا کہ ذبح کرتے ،کھانا کھاتے اور پانی پیتے وقت یہی تسمیہ مشروع ہے اور اس کا محل نیت کے بعد وضو کے تمام اعمال سے پہلے ہے۔ [مغنی،ص:۱۴۶،ج:۱]

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''اے ابو ہریرہ! جب وضو کرو تو پہلے بسم اللہ والحمدللہ پڑھ لیا کرو۔'' [مجمع الزوائد،ص:۲۲۰،ج:۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا کہ ''جب وضو کرو تو بسم اللہ پڑھو'' [المطالب العلیہ،ص:۲۵،ج:۱]

لیکن اس آخری حدیث کی سند میں حارث نامی راوی ضعیف ہے،تاہم اسے بطور استدلال نہیں بلکہ تائید کے لئے پیش کیا ہے۔ان احادیث کے پیش نظر وضو کے شروع میں صرف ''بسم اللہ'' پڑھنا شروع ہے۔اختلاف سے دل برداشتہ ہو کر بسم اللہ کو ترک کر دینا زیادہ باعث عافیت نہیں ہے،جیسا کہ ہمارے ''مہربان'' نے موقف اختیار کیا ہے۔ہاں،اگر بھول کی وجہ سے وضو کے آغاز میں ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی گئی تو دوران وضو جب بھی یاد آئے تو اسے پڑھا جا سکتا ہے اگر وضو مکمل ہونے کے بعد یاد آئے تو اس کے بغیر بھی صحیح ہے۔اسے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔امام ابوداؤد نے امام احمد سے دریافت کیا کہ جب کوئی وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کیا حکم ہے آپ نے جواب دیا کہ ''مجھے امید ہے کہ اس پر کچھ نہیں ہے۔'' [مغنی لابن قدامہ،ص:۱۴۶،ج:۱]

سوال ابوداؤد میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مسح علی الجوربین متصل نہیں ہے،اس روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت جس سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہو تو مطلع کریں؟

جواب ہم نے اہل حدیث مجریہ ۲۹ جون ۲۰۰۱ شمارہ نمبر ۲۴ میں جرابوں پر مسح کے متعلق ایک فتویٰ لکھا تھا اس میں چار احادیث کا حوالہ دیا تھا۔ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان احادیث پر کچھ اعتراضات ہیں۔ہم ان کی وضاحت اور مفصل جواب کسی اور فرصت پر اٹھا رکھتے ہیں۔حسن اتفاق کہ اس سلسلہ میں ہی یہ ایک سوال ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت متصل نہیں ہے پہلے ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔واضح ہو کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس روایت کے متعلق مذکورہ الفاظ بیان نہیں کئے ہیں،بلکہ فرمایا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مشہور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا تھا۔ [ابوداؤد،الطہارۃ:۱۵۹]

جن حضرات نے اس حدیث پر جرح کی ہے ان کی بنیاد حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہی قول ہے،حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں،امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ [ترمذی،الطہارۃ:۹۹]

امام ترمذی رحمہ اللہ متاخرین سے ہیں،انہوں نے اس حدیث کے متعلق متقدمین کے اقوال کا جائزہ لینے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے اس میں شک نہیں ہے کہ مذکورہ حدیث صحیح الاسناد ہے کیونکہ حضرت مغیرہ سے روایت کرنے والے ہذیل بن شرحبیل ثقہ ہیں،نیز ان کی روایت کو شاذ بھی نہیں کہا جا سکتا،جیسا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے قول سے تاثر ملتا ہے کیونکہ اس کے لئے واقعہ کا ایک ہونا ضروری ہے مگر یہاں موزوں پر مسح والی روایت سفر سے متعلق ہے کیونکہ روایت میں اس کی صراحت ہے اور جرابوں میں مسح کی روایت میں سفر وغیرہ کا ذکر نہیں ہے،لہٰذا یہ دو مستقل حدیثیں ہیں،اس بنا پر مذکورہ اضافے کو شاذ یا منکر نہیں کہا جا سکتا،پھر صحابہ
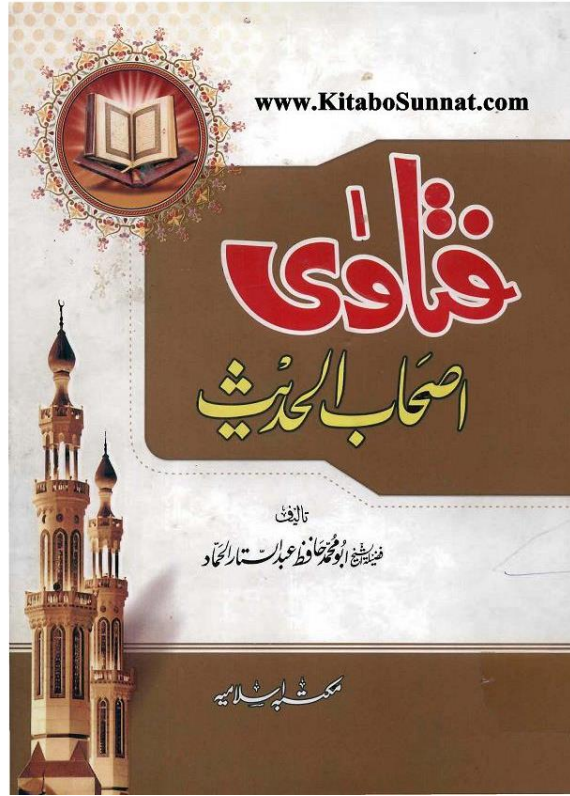
(۱۳)   اور یہی بات مختلف الفاظ کے ساتھ عبدا لصمد رفیقی نے بھی کہی ہے۔**(حاشیہ نماز نبوی ص:۸۸)**

قارئین !آپ دیکھ رہے ہیں کہ اختلاف کے وقت کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کا دعوی کرنے والے اس فرقہ (اہل حدیث)کا آپس ہی میں ایک مسئلے پر کتنا اختلاف ہے ،اور زبیر علی زئی اور ارشد صاحب کی عبارت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں :

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ :باقی رہا یہ کہ ’کیا فرض ہے‘ اور ’کیا واجب‘ ؟تو یہ سوال بدعت ہے۔ **(دین میں تقلید کا مسئلہ ص:۱۸۲)**

اسکین :

181 — دین میں تقلید کا مسئلہ
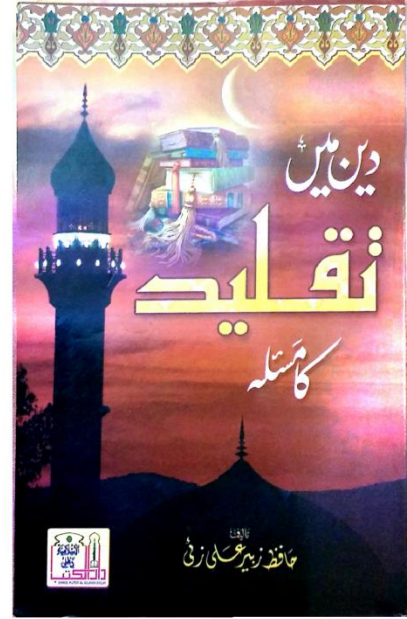
تقلیدی سوال نمبر ۷: ''کسی صحابی کے جنازہ میں حضور اکرم ﷺ نے فاتحہ پڑھی اور سورۂ اخلاص پڑھی اور جہر کیا؟ ایسی حدیث صحیح ہو جس میں نماز جنازہ کی تصریح ہو اور جہر کی بھی تصریح ہو حضور اکرم ﷺ کے قول و فعل کی بھی تصریح ہو اور کسی کا قول نہ ہو، بلکہ حضور اکرم ﷺ کی پکی اور صحیح حدیث ہو۔''

جواب: سابقہ سوال (نمبر۶) کے جواب میں باحوالہ ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی اور فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔
(سنن النسائی: ۱۹۸۹، وسندہ صحیح)

صحابی جب کسی عمل کو سنت کہے تو اس سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہوتی ہے جیسا کہ اصولِ حدیث سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۷: دیوبندیوں کے روحانی بزرگ محمود حسن اسیر مالٹا نے رشید احمد گنگوہی کی موت پر مرثیے میں کہا:

''اٹھا عالَم سے کوئی بانیِ اسلام کا ثانی'' (کلیاتِ شیخ الہند ص ۸۷)

آیت یا حدیث سے ثابت کریں کہ گنگوہی صاحب، بانیٔ اسلام (اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ) کے ثانی تھے؟ (نعوذ باللہ من ذلک)

تقلیدی سوال نمبر ۸: ''نماز جنازہ کے اندر کتنی چیزیں فرض ہیں؟ کتنی چیزیں واجب ہیں؟ کتنی سنت اور کتنی مستحب ہیں؟ سب کچھ حدیث صحیح سے ثابت کریں۔''

جواب: مقتدیوں کے لئے نمازِ جنازہ کا مختصر طریقہ درج ذیل ہے:
(۱) تکبیر (اللہ اکبر) کہیں (۲) سورۂ فاتحہ پڑھیں (۳) تکبیر کہیں اور درودِ ابراہیمی پڑھیں (۴) تکبیر کہیں اور دعا پڑھیں (۵) ایک طرف سلام پھیر دیں۔
یہ سب اعمال آہستہ آواز سے کریں۔
[دلائل کے لئے دیکھئے منتقی ابن الجارود (۵۴۰ وسندہ صحیح) مصنف عبدالرزاق (۶۴۲۸ وسندہ صحیح)]

جنازہ اسی طریقے سے پڑھنا چاہیے، باقی رہا یہ کہ کیا فرض ہے اور کیا واجب؟ تو یہ سوال

182 — دین میں تقلید کا مسئلہ

بدعت ہے۔ دیکھئے مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ (۱۳۲/۱، ۱۳۳ ت ۱۸۹) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۳ ص ۴۹

یاد رہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷)

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۸: ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

''لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔''

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۵۰ حوالہ: ۱۹۸، تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۸۸)

وہ صحیح حدیث پیش کریں جس میں شرمگاہوں پر نظر پڑنے کا ثبوت لکھا ہوا ہو۔

تقلیدی سوال ۹: ''نماز جنازہ کے اندر آپ کا امام بلند آواز سے تکبیریں کہتا ہے اور آپ کے مقتدی آہستہ آواز سے، کیا حدیث سے صاف صریح طور پر ثابت ہے کہ امام نماز جنازہ کی تکبیریں بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ؟''

جواب: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے رکوع و سجود والی نماز پڑھائی تو تکبیر بالجہر کہی اور نماز کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۸/۲ و سندہ حسن لذاتہ)

اس پر اجماع ہے کہ نمازِ جنازہ میں امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے تکبیریں کہیں گے اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ اجماعِ اُمت شرعی حجت ہے۔

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۹: دیوبندیوں کے بزرگ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں اُن کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے۔'' (تفسیر عثمانی ص ۲۷ ف ۳۰ تحت آیہ: ۱۴۳)

وہ آیت یا حدیث لکھیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں؟

اور داؤد ارشد صاحب لکھتے ہیں کہ ارکان میں سے بعض کو فرض، بعض کو واجب، بعض کو سنت، اور بعض کو مستحب قرار دینا بد ترین بدعت ہے۔ **(تحفہ حنفیہ ص:۱۲۵)** اسکین ملاحظہ فرمائے
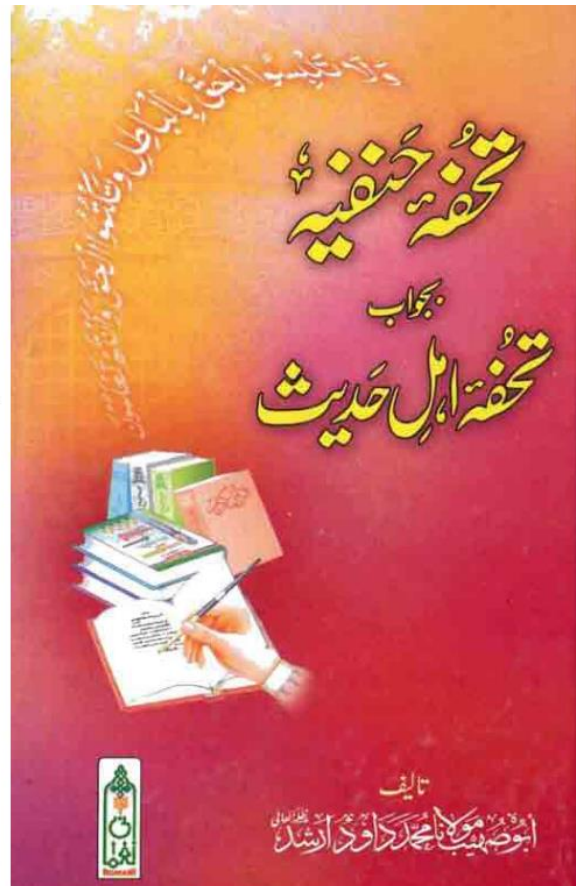
تحفہ حنفیہ ..... (125)

ثالثاً: سنت فجر دو رکعت۔ (بخاری ص154 ج1 و مسلم ص251 ج1)
سنت ظہر چھ رکعت۔ (مسلم ص252 ج1)
سنت مغرب دو رکعت۔ (مسلم ص252 ج1)
سنت عشاء دو رکعت (بخاری ص157 ج1 و مسلم ص252 ج1)

نماز کے فرائض و واجبات اور مکروہات

جھنگوی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ مذکورہ چیزوں کا بیان بخاری میں نہیں۔

الجواب:- اولاً:- کیا جھنگوی ٹولہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ قرآن میں نماز کا طریقہ مفصل اور بالترتیب بیان ہوا ہے اور قرآن نے کہا ہے کہ نماز میں یہ یہ رکن فرض اور یہ یہ واجب اور یہ یہ سنت اور یہ یہ مستحب اور ان افعال کا نماز میں کرنا مکروہ ہے۔ اگر ہے تو اس آیت کی نشان دہی کی جائے۔

ثانیاً:- جس طرح رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے اسی طرح نماز کو ادا کرنا لازمی و ضروری ہے اور سنت سے جس طرح نماز کا پڑھنا ثابت ہے اس کے خلاف کرنے سے نماز ہوتی ہی نہیں۔ جسکی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (صلو کما رائیتمونی اصلی"۔ (بخاری رقم الحدیث 631)

یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔

ثالثاً:- فقہائے احناف کا نماز کے ارکان میں سے بعض کو فرض، بعض کو واجب، بعض کو سنت، بعض کو مستحب قرار دینا بد ترین بدعت ہے۔

اگر جھنگوی میں ہمت ہے تو قرآن و سنت اور اقوال صحابہ سے یہ ثابت کرے کہ نماز میں بعض ارکان، فرض، بعض واجب، بعض سنت اور بعض مستحب ہیں۔ ورنہ تسلیم کرے کہ ہمارا مذہب کتاب و سنت سے زائد ہے۔

قارئین کرام جھنگوی ٹولہ کیا پوری دنیا کے منکرین سنت مل کر سر توڑ کوشش

لہذا قارئین !امید ہے کہ

آپ کی سمجھ میں آگیا ہو گا کہ یہ بدعتی کا فتوی انہوں نے دراصل اپنے ہی علماء پرلگایاہے، کیونکہ انہیں میں سے کسی نے وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کو فرض تو کسی نے واجب ، کسی نے سنت تو کسی نے ضروری کہا ہے۔اور بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بسم اللہ کے بغیر وضو صحیح ہے۔جیسا کہ تفصیل وپر گزرچکی۔

جو فرقہ بے چاری عوام کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ فقہاء کے درمیان بہت سارے اختلافات ہیں جس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ختم کیا سکتا ہے،

تو اس فرقے یعنی فرقہ اہل حدیث سے ہماری اپیل ہے کہ وہ پہلے اپنے ہی فرقے میں موجود اختلافات کو ختم کریں۔

اور اہل حدیث حضرات سے ایک ا ور گزارش ہے کہ وہ یہ ضاحت کریں کہ اس مسئلے میں ان کا کون سا عالم حق پر ہے اور کون ساحق پر نہیں۔

قرآن وحدیث سے دلیل سامنے آنے کے بعد آپ کے جس عالم نے قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنی ہی رائے کو صحیح بتایا ہے ،تو اس پر کیا فتوی ہو گا۔نیز جو ان کے مقلدین ہونگے ان پر کیا شرعی حکم لگے گا ،اس کی وضاحت فرمادیں۔

تنبیہ :

اس اختلاف کے علاوہ وضو کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھی جائے یا بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری پڑھی جائے ،اس میں بھی غیر مقلدین اہل حدیثوں کا اختلاف ہے۔

ایک طرف ان کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ سے یا تو صرف بسم اللہ مراد ہے یا پھرپوری بسم اللہ مراد ہے۔**(فتاوی اہل حدیث ج:ا ص:۲۷۴)**

اسکین:

فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاویٰ اہلحدیث

جلد اوّل

از

مجتہد العصر حافظ عبد اللہ محدث روپڑیؒ

المتوفیٰ

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

شائع کردہ

ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ

ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

(پاکستان)

۲۶۴

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس کی زیادہ اور مفصل تحقیق ہمارے رسالہ اہلسنت کی تعریف کے صـ۳۲۴ لغایت صـ۳۴۹ / ۳۸۰ میں موجود ہے۔ پس سوال میں سقط غسل ما تحتہا لکھ کر جو کہا گیا ہے۔ کہ اس کا مسقط کون ہے یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ آگے بالاجماع پڑا ہے۔ ہاں اگر اس نیت سے کہا گیا ہے کہ اس عبارت میں شاید اجماع سے مراد اجماع ائمہ احناف ہو کیونکہ کتب احناف میں بہت دفعہ اجماع سے مراد اجماع ائمہ احناف ہوتا ہے تو یہ کہنا ٹھیک ہے کیونکہ اجماع ائمہ احناف کوئی دلیل نہیں۔ فافہم

عبد اللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ ۱۰ صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۲ء

بسم اللہ کا پڑھنا

سوال:۔ وضوء کے شروع میں بسم اللہ پوری پڑھی جائے یا صرف بسم اللہ پر کفایت کی جائے؟

جواب:۔ وضوء کے شروع میں بسم اللہ خواہ پوری پڑھے یا صرف بسم اللہ پر کفایت کرے دونوں طرح جائز ہے۔ حدیث میں ہے۔ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی اس شخص کا وضوء نہیں جو اللہ کا نام نہیں لیتا۔ اس حدیث میں صرف اسم اللہ کا ذکر ہے۔ مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ اسم اللہ سے مراد بسم اللہ ہے اس کی تائید طبرانی کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ یعنی وضوء کرتے وقت بسم اللہ والحمد للہ پڑھ۔ تو بسم اللہ سے یا تو صرف بسم اللہ مراد ہے یا پوری بسم اللہ مراد ہے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی ۲۵ محرم ۱۳۷۹ھ

ناک اور منہ کا صاف کرنا

سوال:۔ ناک اور منہ کو دھونے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:۔ پانی کا ایک چلّو لیکر آدھا منہ میں ڈالے اور آدھا ناک میں چڑھائے۔ یہ عمل تین مرتبہ کرے اور ایسا بھی جائز ہے کہ منہ کے لئے الگ چلّو لے اور ناک کے لئے الگ ہر مرتبہ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔

عبد اللہ روپڑی ۲۵ محرم ۱۳۷۹ء

ڈاڑھی کا خلال

اور غیر مقلد مفتی شیخ امین اللہ پیشاوری نے بھی یہی بات کہی ہے دیکھئے **(فتاوی الدین الخالص ج:۱ص:۳۵۶)**

یعنی ان حضرات کے نزدیک وضو میں دو طرح پڑھنا جائز ہے۔لیکن انہیں کی مخالفت کرتے ہوئے شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ :واضح رہے کہ وضو کی ابتداء کے وقت صرف" بسم اللہ "کہنا چاہیئے۔"الرحمن الرحیم " کے الفاظ کا اضافہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔**(نماز نبوی ص:۸۸)**

شیخ عبدالستار حماد صاحب لکھتے ہیں کہ :وضو کے شروع میں بسم اللہ کے ساتھ **" الرحمن الرحیم "**کے الفاظ ثابت نہیں ہے۔**(فتاوی اصحاب الحدیث ج:۲ص:۸۲)**

پس اللہ تعالی ہم سب کو حق سمجھنے اوراس کو قبول کرنے اور سلف صالحین کی رہبری میں حضور ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔اور وساوس سے ہماری اور پوری امت کی حفاظت فرمائے۔ **امین یارب العالمین**

اسکین: فتاوی اصحاب الحدیث ج:۲ص:۸۲

فتاویٰ اصحاب الحدیث — 82/2 — طہارت، وضو

طہارت، وضو

سوال ہم وضو سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرتے تھے، اب پتہ چلا ہے کہ صرف بسم اللہ پڑھنا چاہیے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب پچھلے دنوں ہمارے ایک مہربان نے ''جدید محققین کرام کی خدمت میں'' کے عنوان سے ایک معاصر رسالے میں لکھا تھا کہ کھانے اور وضو سے قبل صرف بسم اللہ کہے یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پوری پڑھے؟ بعض کا فتویٰ بسم اللہ پڑھنے کا ہے، بعض بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس کو مستحب بتاتے ہیں۔ مذکورہ صورتحال کے پیش نظر تو کھانے اور وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کو سرے سے ہی چھوڑ دینا زیادہ باعث عافیت معلوم ہوتا ہے (تنظیم اہل حدیث مجریہ ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء)

معزز قارئین! اس سلسلہ میں ہمیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم اہل حدیث ہیں اور اختلاف کے وقت اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ اس کے متعلق حدیث ہے کہ ''اس شخص کا وضو نہیں جو اللہ کا نام ذکر نہیں کرتا۔'' [ابوداؤد، الطہارۃ:۱۰۱]

یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جن کی تعداد نو (۹) تک پہنچتی ہے۔ ہر حدیث کی سند کے متعلق محدثین نے کلام کیا ہے، تاہم ان کے مجموعہ سے قوت پیدا ہو جاتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل لامحالہ موجود ہے۔

[تلخیص الحبیر، ص:۲۵۷، ج۱]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ قوی حدیث وہ ہے، جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ [تمام المنہ، ص:۸۹]

اب اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ وضو کرتے وقت جو اللہ کا نام ذکر کرنا اس سے مراد بسم اللہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ہے۔ امام ابن السنی نے اپنی تالیف "عمل الیوم واللیلۃ" میں ایک عنوان بایں الفاظ میں قائم کیا ہے کہ وضو کرتے وقت اللہ کا نام کیسے لیا جائے، یعنی تسمیہ سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تَوَضَّؤُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ" یعنی بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو۔ [عمل الیوم واللیلۃ: حدیث نمبر ۲۷]

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے بھی عملی طور پر صرف ''بسم اللہ'' کہنا ہی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں رکھا، پھر فرمایا ''بسم اللہ اچھی طرح وضو کرو۔''

[مسند امام احمد، ص۲۹۲، ج۳]

اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ کے ساتھ الرحمن الرحیم کے الفاظ ثابت نہیں ہیں، جیسا کہ ذبح کرتے وقت صرف بسم اللہ کہنا مشروع ہے اور ہم اس کے ساتھ الرحمن الرحیم کا اضافہ نہیں کرتے اسی طرح وضو کے شروع میں ان الفاظ کو نہ پڑھنا ہی قرین قیاس ہے۔ چنانچہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ تسمیہ سے مراد ''بسم اللہ'' کہنا ہے اس کے علاوہ کوئی